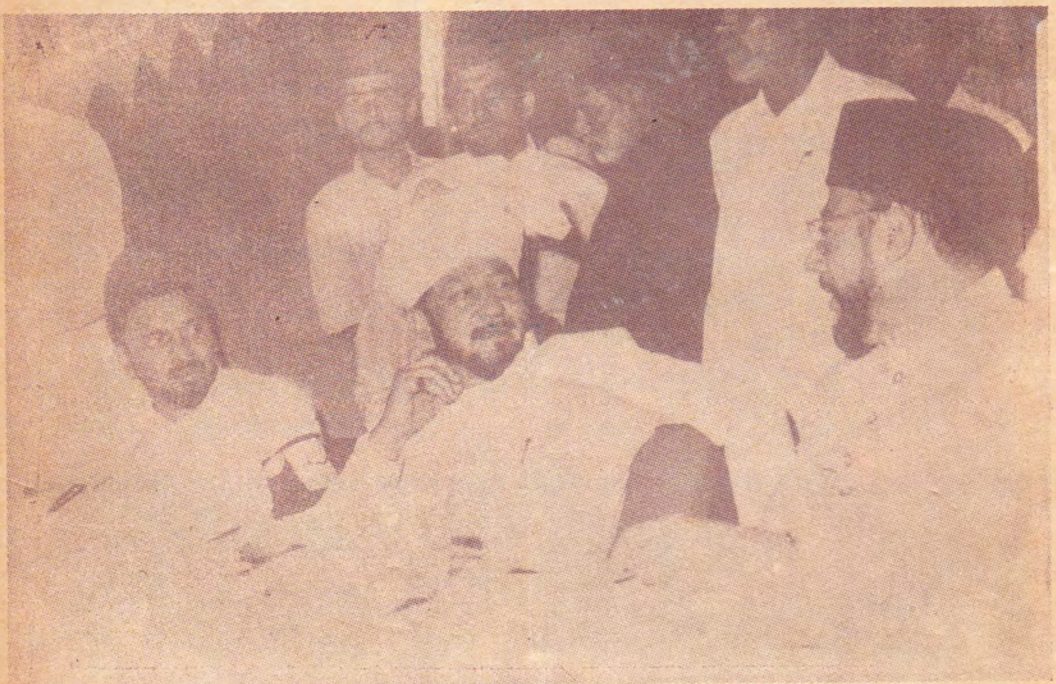
ماہنامہ انصاراللہ ربوہ

فتح ۱۳۶۱ھش / دسمبر ۱۹۸۲ء



حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سالانہ اجتماع انصاراللہ کے موقع پر دیئے گئے عشائیہ میں
محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب سے مصروفِ گفتگو ہیں۔

ایڈیٹر ـــــــــــــ غلام باری سیف

مرکزی سالانہ اجتماع انصاراللہ ۱۹۸۲ء کے چند مناظر



محترم چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے کامیاب سفر یورپ سے مراجعت پر سپاسنامہ پیش کر رہے ہیں۔



اختتامی خطاب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡھَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

صفر ۱۴۰۲ سنہ ہجری

فتح ۱۳۶۱ سنہ ہش

دسمبر ۱۹۸۲ سنہ ء

ایڈیٹر

غلام باری سیف

مدیران اعزازی

ملک صلاح الدین صاحب بھارت ۔ مبارک احمد صاحب ساقی لنڈن

کمال یوسف صاحب سیکنڈے نیویا

شرح چندہ ماہنامہ "انصار اللہ"

پاکستان	——— پندرہ روپے ۱۵/- سالانہ	
امریکہ ۔ کینیڈا	بذریعہ ہوائی ڈاک ——— ایک سو پچاس ۱۵۰/- "	"
جزائر فجی	" بحری ڈاک ——— اسی ۸۰/- "	"
دیگر ممالک	بذریعہ ہوائی ڈاک ——— ایک سو ۱۰۰/- "	"
	" بحری ڈاک ——— ساٹھ ۶۰/- "	"

فہرست مضامین

پبلشر:۔ چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر:۔ سید عبدالحئی

مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ

کتابت:۔ محمد رفیق احمد ربوہ

قیمت فی پرچہ : ڈیڑھ روپیہ ۱/۵۰

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد ۲۳	ماہنامہ اَنصار اللہ ربوہ	شمارہ ۱۲

فتح ۱۳۶۱ھش

"خُدا تعالیٰ اُن کے ساتھ ہو"

یہ وہ الفاظ ہیں جو مامور زمانہ حضرت اقدس نے جلسہ سالانہ میں شمولیت کرنے والوں کے لئے فرمائے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور آپ نے ان الفاظ میں دُعا فرمائی :-

"مَیں دُعا کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خُدا تعالیٰ اُن کے ساتھ ہو۔ اور ان کو اجرِ عظیم بخشے۔ اور ان پر رحم کرے۔ اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات اُن پر آسان کر دے۔ اُن کے ہم و غم دور فرمائے۔ اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے۔ اور ان کی مرادات کی راہ ان پر کھول دے۔ اور روزِ آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ اُن کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل اور رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم اور مشکلکُشا یہ تمام دُعائیں قبول کر۔"

ان دُعاؤں کا مصداق و مورد بننا چاہتے ہیں تو اِن بابرکت ایّام میں مرکزِ سلسلہ میں آئیں۔ محبوب امام کی زیارت سے لُطف اندوز ہوں۔ مقاماتِ مقدسہ پر دُعائیں کریں۔ ذکرِ الٰہی اور پاکیزہ مجالس میں شریک ہوں۔ پیارے امام کے انفاخِ قدسیہ سے بہرہ ور ہوں۔ مسیح پاک کے گلستان کی مہک سے دل و دماغ معطّر فرمائیں۔ اپنی آنکھوں سے یاتون من کلّ فجٍّ عمیق کا نظارہ کر کے اپنے ایمانوں کو بڑھائیں۔ اپنے دینی بھائیوں سے ملاقات کر کے اپنے جذبۂ اخوّت کو مضبوط کریں۔ علمی اور دینی تقاریر کے ذریعہ اپنے علم اور دینی جذبہ کو ترقی دیں۔

قدرتِ ثانیہ کے چوتھے مظہر کے دَور کا یہ پہلا جلسہ ہے۔ کثرت سے آیئے۔ خدا تعالیٰ کی قدرت نمائی کا اور اپنی زندگیوں

کا ثبوت دیجئے۔

جھوٹی افواہیں اُڑانے والوں کی اپنے عمل سے تردید کیجئے۔ آیئے اور ضرور آیئے کہ حضرت اقدس کا ارشاد ہے:

"لازم ہے کہ اِس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے۔ ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں ..... اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ حرجوں کی پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالےٰ مخلصوں کو ہر قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں جاتی۔"

اے گُل بتو خورسندم بوئے کسے داری

آج سے بیس بائیس برس قبل کی بات ہے۔ کراچی کے ایک جماعتی اجتماع میں ملک عمر علی صاحب رئیس ملتان صدر اجلاس تھے۔ ہمارے موجودہ امام حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے اجلاس میں تقریر کی محترم ملک صاحب نے آپ کا تعارف کرواتے ہوئے ایک فارسی شعر پڑھا جس کا مصرعہ عنوان ہے ۔ "اے گُل بتو خورسندم بوئے کسے داری"۔ اے پھول میں تجھے دیکھ کر مسرور ہوں کہ مجھے تجھ میں کسی کی خوشبو آرہی ہے۔

ادارہ کی یہ خوش نصیبی ہے کہ اس شمارہ میں، اپنے پیارے امام قدرتِ ثانیہ کے چوتھے مظہر، جسے اللہ تعالیٰ نے خلعتِ امامت سے سرفراز فرمایا کے تینوں اہم خطابات ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں جو آپ نے انصار اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع میں ارشاد فرمائے۔

اگر ہم خدا کی رضا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوں بحیثیت فرد یا جماعت تو ہمیں امامِ وقت کی آواز پر کان دھرنا ہوگا۔ اور پھر بدل و جان اُس پر عمل کرنا ہوگا۔

اللہ تعالےٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے پیارے امام کے ہر ارشاد کی تعمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ وَ مَا تَوْفِیْقُنَا اِلَّا بِاللّٰہِ۔

سیدھے آؤ

آج سے اٹھائیس سال پہلے کا واقعہ ہے۔ سورج مغرب کے اُفق میں چھپ چکا تھا۔ ایک وسیع و عریض میدان میں اٹھائیس دسمبر کی رات لوگ ہمہ تن گوش تھے۔

ایک آواز تھی جو صُورِ اسرافیل کی طرح زندگی کی رُوح پھونک رہی تھی۔ راقم الحروف کو آج بھی وہ پُرکیف اور ولولہ انگیز لمحات یاد ہیں۔ اس آواز میں بجلی کی کڑک تھی تو بادلوں کی گرج۔ سیرِ روحانی کے سلسلۂ تقریر کے آخر میں حضرت مصلح موعود فرما رہے تھے:۔

" سید ھے آؤ اور خدا کے سپاہیوں میں داخل ہو جاؤ۔ محمدؐ رسول اللہ کا تخت آج مسیح نے چھینا ہوا ہے۔ تم نے مسیح سے چھین کر پھر وہ تخت محمدؐ رسول اللہ کو دینا ہے اور محمدؐ رسول اللہ نے وہ تخت خُدا کے آگے پیش کرنا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت دُنیا میں قائم ہونی ہے۔ پس میری سُنو اور میری بات کے پیچھے چلو کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ وہ خُدا کہہ رہا ہے۔ میری آواز نہیں ہے۔ مَیں خدا کی آواز تم کو پہنچا رہا ہوں۔ تم میری مانو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ اور تم دُنیا میں بھی عزّت پاؤ اور آخرت میں بھی عزّت پاؤ۔" (سیرِ رُوحانی جلد سوم صفحہ ۲۸۷)

اور تاریخ احمدیت شاہد ہے کہ ہر آواز جو بارگاہِ خلافت سے بلند ہوئی۔ اسے شمعِ احمدیت کے پروانوں نے کبھی زمین پر پڑنے نہیں دیا۔ جان کی قربانی کا مطالبہ ہُوا یا مال کی قربانی کا۔ جائداد کے وقف کے لئے ندا آئی یا دیارِ غیر میں نکل جانے کی صدا سنائی دی۔ مخلصین نے ہمیشہ اس پر لبّیک کہا۔ مجموعی طور پر انہوں نے دین کو دُنیا پر مقدّم کیا۔

امامِ وقت نے خدمتِ دین کے لئے علماء کو پکارا یا ڈاکٹروں کو۔ معلّموں یا طالب علموں کو وہ بصد شوق جان کا نذرانہ لے کر اپنے امام کے قدموں میں پہنچ گئے۔ اور پھر اللہ کی تقدیر اور مؤمنین کی مساعی کے نتیجہ میں وہ آواز جو کور دیہہ سے بلند ہوئی تھی اس کی صدائے بازگشت آفاقِ عالَم میں سُنائی دینے لگی۔ الٰہی سنّت ہے جو موت کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔ انہیں زندگی نصیب ہوتی ہے۔ وہ اپنے آورش میں کامیاب ہوتے ہیں۔

اٹھائیس دسمبر ۱۹۵۲ء کی ندا کی صدائے بازگشت ہمیں پھر اسی سرزمین میں سات نومبر ۱۹۸۲ء کو قبل از نمازِ ظہر مسجد اقصیٰ کے صحن میں سُنائی دی۔ نعرہ ہائے تکبیر کی گونج میں یہ صدا آرہی تھی:۔

" دیکھتے دیکھتے اللہ کی تائید کے ساتھ یہ ساری بستیاں انشاء اللہ احمدی ہو جائیں گی۔ یہاں احمدیت کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا۔ پس وہ جو ہمیں مٹانے کے خواہاں ہیں۔ یہ اُن لوگوں کی خواہیں ہیں جو کبھی پوری نہیں ہوں گی۔ وہ خواب پُوری ہوگی جو میرے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلّے اللہ علیہ وسلّم کی خواب ہے۔ جو آپ کے عاشقِ کامل .... (حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ ـــ ناقل) کی خواب ہے۔ ساری دُنیا میں آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا جھنڈا گاڑا جائے گا۔ اور دشمن اسلام کی ساری خواہیں ناکام ہو جائیں گی۔ پُوری نہیں ہوں گی اور نامراد نکلیں گی۔ اور ہر جگہ، ہر بستی، ہر قریہ میں...... (حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ - ناقل) کا جھنڈا گاڑا جائے گا۔ یعنی وہی جھنڈا جو درحقیقت محمد مصطفےٰ صلّے اللہ علیہ وسلّم کا جھنڈا ہے۔ تمام دشمنانِ اسلام

کی ہر خواب نامراد جائے گی ۔

اگر آپ دُعائیں کریں گے ۔ اگر آپ احسن تدبیر سے کام لیں گے ۔ اگر آپ برائی کا بدلہ حُسن و احسان سے دیں گے ۔ اور صبر سے کام لیں گے تو یہی ایک تقدیر ہے جو پوری ہونی ہے ۔ اس کے سوا اور کوئی تقدیر نظر نہیں آتی ۔"

مبارک ہیں وہ مخلصین جو اس آواز پر لبیک کہیں گے ۔ کہ یہ آواز ہمیں حقیقی زندگی کی طرف بلاتی ہے ۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ جب بھی محبوب آقا نے اپنے مُحبّوں کو طلب کیا ۔ وہ پروانہ وار لبیک کہتے ہوئے اُس آواز پر جمع ہو گئے ۔ حنین کے موقعہ پر جس طرح انصار نے محبت اور وارفتگی سے حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی آواز پر لبیک کہا تھا اُسے ابن ہشام نے گائے کے بچھڑے سے تشبیہ دی ہے کہ جب ماں کی مامتا آواز بلند کرتی ہے تو کس طرح وہ ماں کی طرف لپکتا ہے ۔

وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ کام میں وسعت پیدا ہو رہی ہے ۔ وہ کام جو اس وقت آپ کے سپرد ہوا ہے ۔ وہ خدا کی نعمت ہے ۔ اس کا فضل ہے جس کے نتیجہ میں آپ کے دونوں جہاں سنور جائیں گے ۔

"مسجدوں میں فتنے ...."

اخبار "جنگ" تیئس نومبر میں امیر جماعت اسلامی میاں طفیل محمد صاحب کا بیان بدیں الفاظ شائع ہوا ہے ۔

" حکومتی افسروں کی بخشش ممکن نہیں ۔ وہ رشوت خور ہیں ۔ (میاں طفیل محمد)

اخبارات فحاشی پھیلا رہے ہیں ۔ تبلیغ علماء کی ہی نہیں حکومت کی بھی ذمہ داری ہے

لاہور ۲۲ نومبر (سٹاف رپورٹر) ۔ قائد تحریک اسلامی میاں طفیل محمد نے کہا ہے کہ اس مُلک میں اخبارات ، ریڈیو اور ٹیلی ویژن میں عریانی اور فحاشی پھیلا رہے ہیں ۔ وہ آج یہاں مسجد شہداء میں خدمتِ اسلامی کی تبلیغ اسلام مہم کے پہلے اجتماع سے خطاب کر رہے تھے ۔ انہوں نے کہا کہ یہ اخبارات جن میں "مشرق" "نوائے وقت" ۔ "جنگ" ۔ "امروز" اور "حریت" شامل ہیں ۔ ایکٹرسوں اور اغوا ہونے والی عورتوں کی بڑی بڑی تصویریں شائع کرتے ہیں ۔ اور دوسری عورتوں کو بھی ایسا بننے کی ترغیب دیتے ہیں ۔ لوگوں کو ان اخبارات کے خلاف آواز اُٹھانی چاہیئے ۔ میاں طفیل محمد نے کہا ہمارے اخبارات جس قدر فحاشی یہاں پھیلا رہے ہیں ۔ اتنی فحاشی تو امریکہ ، برطانیہ ، جرمنی ، چین یا روس کے اخبارات بھی نہیں پھیلاتے ۔ انہوں نے کہا اَب تو مسجدوں میں بھی صرف فتنے اُٹھائے جاتے ہیں ۔ وہاں خدا اور رسول کی بات کوئی نہیں کرتا ۔ کوئی لوگوں کو یہ نہیں بتاتا کہ چوری یا زنا کی سزا کیا ہے ۔ اگر لوگوں کو یہ باتیں بتائی جائیں تو وہ ان گناہوں سے خوف

کھائیں۔ میاں طفیل محمد نے کہا ہمارے یہاں انسانی جان کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہی۔ انسانوں کو مکھی مچھر کی طرح مار دیا جاتا ہے۔ نوجوان کالجوں اور سکولوں کے سامنے اپنی ہی ماؤں اور بہنوں پر آوازے کستے، اُن کے دوپٹے اڑاتے اور پرس چھین کر لے جاتے ہیں۔ انہیں کوئی یہ بتانے والا نہیں کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں، اس کی سزا کیا ہے۔ اور دین نے اس بارے میں کیا کہا ہے۔

میاں طفیل محمد نے کہا حکومتی افسران کی بخشش بھی ممکن نہیں۔ یہ رشوت خور ہیں۔ اگر کوئی خود رشوت نہیں تو اس کے ماتحت رشوت لیتے ہیں۔ ملک میں ظلم، سفارش اور رشوت کا دَور دَورہ ہے۔ یہ ملک جسے اسلامی جمہوریہ کہا جا رہا ہے۔ یہ رشوت خوروں، چوروں اور ڈاکوؤں کا گھر بن چکا ہے۔ کوئی پولیس افسر ایسا نہیں ہے جو رشوت نہیں کھاتا۔" (جنگ ۲۳ نومبر ۱۹۸۲ء)

امیر جماعت اسلامی کا یہ بیان اخبار میں پڑھا تو وہ حدیثِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم زبان پر آگئی جس میں صادق و مصدوق صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ یاتی علی امّتی زمانٌ لا یبقٰی من الاسلام الّا اسمہ و لا یبقٰی من القراٰن اِلّا رسمہ مساجدھم عامرةٌ بل ھی خرابٌ من الھدٰی۔ کہ میری اُمّت پر ایسا زمانہ آئے گا جب اسلام کا صرف نام رہ جائے اور قرآن کے صرف نقش۔ مسجدیں آباد تو ہوں گی لیکن ہدایت سے خالی۔

اَور بخشش کے بارہ میں بھی ایک حدیث سُن لیجئے۔ ایک خطا کار، گنہگار کے پڑوس میں کوئی مولوی صاحب بھی رہتے تھے جو اُسے بُری باتوں سے روکتے۔ ایک روز اُسے کہنے لگے۔ تمہیں خدا نہیں بخشے گا۔ اس خطا کار نے کہا میرے اور میرے خدا کے درمیان تو حائل ہونے والا کون ہے۔ خدا کے سامنے جب پیش ہوئے تو خُدا نے اس شخص سے کہا تو نے میری مغفرت کا احاطہ کیا ہُوا ہے۔ بخشش خدا کے ہاتھ میں ہے کسی بندے کے ہاتھ میں نہیں۔ گُناہ پر دلیر کبھی نہ ہو۔ لیکن حدیث سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کُتّے کو پانی پلانے والی کنچنی بخشی گئی۔ راستہ سے کانٹے دار شاخ ہٹانے والا بخشا گیا۔ وہ وصیّت کرنے والا بھی بخشا گیا جس نے کہا تھا جب میں مَر جاؤں تو مجھے جلا کر خاک بھی میری اُڑا دینا تاکہ میرا احساب کتاب نہ ہو۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔ اور خُداوند رحیم نے اس لئے بخش دیا کہ میرے خوف سے تو نے ایسا کیا تھا۔ پس خدا کی بخشش پر قدغن نہ لگائیں ـــ خدا کی رحمت پر کسے اختیار دیا گیا ہے۔ اور خرابیوں میں سے بعض کا ذکر میاں صاحب شائد عمداً چھوڑ گئے۔ یہ کالجوں، یونیورسٹیوں کا جو امن برباد ہُوا ہے۔ اور کتابوں کی جگہ اسلحہ برآمد ہو رہا ہے۔ اس کا بھی ذکر کیا ہوتا۔ اس کا ذکر نہ کرنے میں شائد کوئی مصلحت ہو۔ اَور ایک اور بہت بڑی خرابی کی بھی نشاندہی کر دی ہوتی تو اچھا ہوتا اور وہ ہے خواہشِ اقتدار کہ یہ بھی بڑی خرابیوں اَور فساد کو جنم دیتی ہے۔

"المنبر" کی دعوتِ فکر

معاصر المنبر ماہ اکتوبر کے دوسرے ہفتہ کی اشاعت میں ادارتی نوٹ بعنوان "اَور اب عیسائی" میں رقمطراز ہے:۔

"یہ بات ہمارے لئے پہلے بھی کچھ کم تکلیف دِہ نہ تھی کہ پاکستان میں عیسائی مشنریاں مختلف حیلوں بہانوں سے عیسائیت کی تبلیغ بڑے پیمانہ پر کر رہی ہیں ....

پاکستان میں عیسائیت کی تبلیغ بڑے وسیع پیمانہ پر جاری رہی ہے اور اب بھی ہے۔ اُن کے جرائد۔ لٹریچر اور عیسائی ہسپتالوں میں تبلیغ کے مشن بڑے زوروں پر ہیں۔ اسباق اور کورس کی شکل میں پاکستان کے لاکھوں نہیں کروڑوں گھرانے ان کورسز میں حصّہ لیتے رہے ہیں۔ اور نہ معلوم کتنے مسلمان عیسائی ہو چکے ہیں۔ ان کی تعلیم گاہوں میں کروڑوں مسلمان بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اور عیسائیت کی تعلیم سے متاثر بلکہ مرعوب ہو رہے ہیں......

عیسائیت کی طرف سے یہ اندازِ تبلیغ جارحانہ بھی ہے۔ اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک خوفناک سازش بھی ہے"

اس کے بعد معاصر حکومت کی توجہ اس جانب مبذول کرانے کے بعد لکھتا ہے :-

"علماء کرام کو عیسائیت کے ان ہتھکنڈوں کے خلاف اپنی توجہ مبذول کرنی چاہیئے کہ ان پر سب سے زیادہ بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اور وہ ادارے بھی جو عیسائیت کے خلاف کسی بھی نوعیت کا کام کر رہے ہیں۔ انہیں بھی ہم دعوتِ فکر دیتے ہیں" (المنبر ۹ تا ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۲ء صٓ)

اسلامی تعلیم اور پاکستان کے آئین کی رُو سے ہر انسان کو اپنے مذہبی عقیدہ سے وابستگی اور اس کے اظہار کا حق حاصل ہے۔ اسلام مذہب میں کسی جبر کو رَوا نہیں رکھتا۔ فرمایا لا اکراہ فی الدّین (البقرہ آیت : ۲۵۶) کہ دینی نظریات کو منوانے کے لئے کسی جبر کی ضرورت نہیں۔ اور دلیل اس کی یہ دی کہ قد تبیّن الرُّشد من الغیّ کہ ہدایت کو گمراہی کے بالمقابل ایک شانِ امتیازی حاصل ہے۔ اور حق وصداقت کی ترویج کے لئے تشدّد کا سہارا لینے کی ضرورت کیوں ؟۔

اسلام حق وصداقت کی آواز ہے۔ وہ ایک تبلیغی مذہب ہے۔ اس کی مقدس کتاب قرآن میں اپنے نظریات کی صداقت کے لئے دلائل بیان کئے ہیں۔ اُس نے تبلیغ کے لئے ہمیں اُصول بتائے۔ فرمایا اُدعُ الی سبیل ربّك بالحکمة والموعظة الحسنة (النحل آیت : ۱۲۵) اپنے رب کی راہوں کی طرف بلاؤ تو اس کی فلاسفی بیان کرو۔ تا عقل اُسے قبول کرنے پر آمادہ ہو اور بلاؤ بھی موعظہ حسنہ سے۔ اچھے دل نشین اور مؤثر پیرایہ میں جادِلھم بالّتی ھی احسن (النحل آیت: ۱۲۵) ایسے طریق سے نظریات کی جنگ لڑو کہ تمہارا طریق سب سے اچھا اور انسب ہو۔ بُرا کہنے والے کو بھی بُرا مت کہو کہ تم نے مقابلہ نہیں کرنا۔ دل جیتنا ہے۔ اپنے نظریہ کی صحت کا اُسے قائل کرنا ہے فرمایا لا تسبّوا الذّین یدعون من دون اللّٰہ فیسُبّوا اللّٰہ عدوًا بغیرعلم (انعام آیت: ۱۰۸) یہ طریق ہے جس سے دشمن بھی دوست بنتا ہے فاذا الّذی بینك و بینہ عداوۃٌ کانّہ ولیٌ حمیمٌ . (آیت : ۳۴) اور فرمایا ہر ایک کے خیر خواہ اور خادم بنو کہ مذہب نام ہی خیر خواہی کا ہے۔ الدّین النصیحة ہر کس وناکس سے ہمدردی کرو۔ نفرت سے

نہیں محبت سے دل جیتے جاتے ہیں۔ اور دیکھو تبلیغ میں نیک نمونہ، اعلیٰ اخلاق اور حُسن سیرت کا حامل ہونا ضروری ہے فرمایا اتامرون الناس بالبرّ و تنسون انفسکم۔ (البقرہ آیت: ۴۴) کہ کیسے مبلّغ ہو لوگوں کو نیکی کی طرف بلاتے ہو اور اپنے نفس کی اصلاح سے غافل ہو؟۔

اگر مسلمانوں کی اکثریت والے مُلک میں عیسائی لٹریچر شائع کرتے ہیں تو اس سے زیادہ موثر، خوبصورت شکل میں لٹریچر پیدا کرو۔ اگر شربت خوش رنگ اور خوش ذائقہ ہے تو جام بھی اچھا لو۔ اگر وہ سکول و ہسپتال جاری کرکے تبلیغ کر رہے ہیں۔ تو اُن کے سکولوں سے بہتر سکول پیش کرو۔ جہاں پڑھنے والے بچّے بہترین اور مہذب شہری بن کر نکلیں۔ ایسے ہسپتال تعمیر کرو جہاں ڈاکٹر ایثار پیشہ اور مشنری سیرت سے کام کرنے والے ہوں۔

آپ کے سامنے نمونہ موجود ہے۔ جہاں اس چھوٹی سی جماعت کو کام کرنے دیتے ہیں۔ وہاں اُس نے سب سے مُوثر لٹریچر خدا کی کتاب کا اُن لوگوں کی زبان میں ترجمہ کرکے اُن کے سامنے پیش کیا۔ اچھے سکول کھولے، جن میں پڑھانے والے استاذ زیادہ محنتی۔ زیادہ دردمند اور طلباء کے ہمدرد ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اُن کے قائم کردہ سکولوں کے تعلیمی اور ورزشی نتائج دوسروں کے سکولوں سے بہتر۔ اُن کے ہسپتالوں کے بالمقابل ہسپتال کھول کر ایثار پیشہ ڈاکٹر بھجوائے۔ جنہوں نے مشنری سپرٹ سے کام کیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی طرف سے دعوت پر دعوت ملتی ہے کہ فلاں علاقہ ابھی علم کی شمع سے روشن نہیں۔ فلاں علاقہ کے لوگ طبّی امداد نہ ملنے کی وجہ سے تکلیف میں ہیں۔ ہم زمین دیتے ہیں آپ عمارت بنوائیں۔ ڈاکٹر بھجوائیں۔

اِس چھوٹی سی جماعت نے اسلام کے حق میں عیسائیت کے بطلان میں اتنا لٹریچر پیدا کیا ہے کہ ساری اسلامی دُنیا سے وہ اس شعبۂ جہاد میں بھی بفضلہ تعالیٰ آگے نکل چکے ہیں۔ وذٰلك فضل الله يوتيه من يشاء

ضرورت صرف اس اَمر کی ہے کہ ہم میں اسلام اور عیسائیت کا موازنہ کرنے کی صلاحیت ہو۔ اسلامی تعلیم کی حکمت پر ہماری گہری نظر ہو۔ اسلام کے لئے دَرد ہو۔ جوش سے زیادہ ہوش ہو۔ طبیعت تن آسان نہ محنت اور مشکل پسند ہو۔ نفس پرستی نہیں۔ ایثار ہو۔ دُنیاوی مال و منال نہیں دین کا مفاد عزیز ہو۔ دوسروں سے رواداری ہو لیکن اپنے مذہب پر پختگی ہو۔ دوستوں اور دشمنوں کی تمیز ہو۔ سختی اور برائی نہ اپنوں سے ہو نہ غیروں سے، ضرر رسانی کی بجائے ہمدردی کا اتھاہ جذبہ ہو لیکن خوشامد بھی نہ ہو۔ نعرے بازی کی بجائے تدبّر اور حلم سے دلوں کو جیتیں۔ مُنہ میں کف لانے کی بجائے میٹھے بول اور احسان کرنا سیکھیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے جُبِلَتِ الْقُلوبُ علی حبّ من احسن الیھا ۔ دل اُس طرف مائل ہوتے ہیں جو اُن سے نیک سلوک کرتا ہے۔

اِن چیزوں کو اپنایئے۔ خدا اور رسول کے ارشادات پر عمل کیجئے۔ تبلیغ کیجئے۔ اس کے لئے مناسب تیاری کیجئے۔ واعدّو لهم ما استطعتم اُن کی تبلیغ بند کرنے کی دہائی کی بجائے خود تبلیغ کیجئے۔ آپ کے پاس زہر کے لئے تریاق ہے۔ آپ کے پاس زندگی بخش پیام ہے اُسے کیوں پیاسے ہونٹوں تک نہیں لے جاتے؟۔

من انصاری الی اللہ

اپنے ہاتھ سے اپنی رضا کی گردن پر چھری رکھ دو

اسلام کو چہار دانگ عالم میں فتح نصیب ہوگی

مرتبہ : یوسف سلیم ملک - ایم اے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ ۵ ر نبوت ۱۳۶۱ھش بمطابق ۵ ر نومبر ۱۹۸۲ء مسجد اقصیٰ ربوہ کے صحن میں چار بجے شام مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع کا افتتاح کرتے ہوئے جو خطاب فرمایا تھا وہ افادۂ احباب کے لئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا

اللہ تعالیٰ کا بہت ہی احسان ہے

اور اُسی کی حمد کے گیت گانے چاہئیں کہ وہ جماعت احمدیہ کو مسلسل نیکی کے ہر میدان میں پہلے سے آگے ہی آگے بڑھاتا چلا جا رہا ہے

ہمارا ہر اجتماع خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ پہلے سے زیادہ بابرکت اور زیادہ پُررونق ہوتا ہے۔ اور ہر اجتماع پر خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ شامل ہونے والے نئی امنگیں اور نئے ولولے لے کر واپس جاتے ہیں اور اُن کا آنے والا سال پچھلے سال سے ہر پہلو سے بہتر ہوتا چلا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کا یہ ایک ایسا زندہ نشان ہے جسے دُنیا کی کوئی مخالفت کبھی بھی جماعت احمدیہ سے چھین نہیں سکی۔ اور کبھی بھی دُنیا کی کوئی مخالفت اللہ کی اس نصرت کے نشان کو جماعت احمدیہ سے چھین نہیں سکے گی۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ اسی کے فضل اور اسی کے رحم کے ساتھ۔ اسی کی رحمت اور نصرت اور برکتوں کے سایہ تلے آگے سے آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔

اعداد و شمار کے لحاظ سے بعض پہلوؤں سے اگرچہ تعداد میں معمولی سی کمی نظر آتی ہے لیکن جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے مجموعی لحاظ سے خدا کے فضل سے تعداد میں یعنی آج پہلے دن شامل ہونے والوں کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ مجالس کی

تعداد کی شرکت کا جہاں تک تعلق ہے گذشتہ سال سے یہ شرکت کم ہے یعنی ۷۲۲ کے مقابل پر آج جس وقت رجسٹریشن بند کی گئی اُس وقت تک ۷۱۰ مجالس شریک ہوئی تھیں اور اراکین کی شرکت کے لحاظ سے بھی بہت معمولی یعنی ۳۱ کی کمی ہے لیکن اس کے مقابل پر زائرین جو رجسٹرڈ نہیں ہوئے اور اس تعداد میں شامل نہیں۔ ان کی تعداد گزشتہ سال سے تقریباً ۹۹۶ زیادہ ہے۔ ایک پہلو سے جو معمولی سی کمی واقع ہوئی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دوسرے پہلو سے اس کو پورا فرمادیا ہے اور تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی ہے اور ہمارے دل اس کی رضا پر بہت راضی ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک۔

جہاں تک سائیکل سواران کا تعلق ہے خدا تعالیٰ کے فضل سے اس دفعہ انصار نے

نئی منزلیں

طے کی ہیں۔ اس میں بہت سی ایسی مجالس شامل ہوئی ہیں جو اس سے پہلے کبھی شامل نہیں ہوئی تھیں مثلاً جھنگ۔ سیالکوٹ۔ راولپنڈی۔ ملتان اور اوکاڑہ کی مجالس پہلے کبھی سائیکل سوار بھیجنے کی توفیق نہیں پاتی تھیں۔ اب اللہ کے فضل سے انہوں نے بھی انصار سائیکل سوار وفود یہاں بھجوائے ہیں۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ کچھ اَور منزلیں بھی اس لحاظ سے طے ہوئی ہیں کہ پہلے جو انصار سائیکلوں پہ آیا کرتے تھے ان کی اوسط عمر بالعموم چھوٹی ہوتی تھی یعنی خدام کی عمر سے نکل کر جب وہ انصار اللہ میں داخل ہوتے تھے تو قریب کے زمانہ میں وہ اپنے آپ کو اس قابل سمجھتے تھے کہ سائیکل پر سفر کر سکیں۔ گزشتہ سال خدا تعالیٰ کے فضل سے کچھ دوست نسبتاً زیادہ عمر کے بھی سائیکلوں پر تشریف لائے تھے۔ لیکن اس سال ان کوششوں میں بہت نمایاں اضافہ ہُوا جو انصار کی جواں ہمتی کا اس لحاظ سے ایک نشان ہے کہ سائیکل سواران میں ایک اسّی سالہ بزرگ بھی شامل ہیں۔ یہ بزرگ مکرم چوہدری عطاء اللہ صاحب ہیں جو خدا تعالیٰ کے فضل سے توفیق پاتے ہوئے بڑی جواں ہمتی کے ساتھ چک ۱۱۷ چھور ضلع شیخوپورہ سے سائیکل پر ربوہ پہنچے ہیں۔ یہ تو نسبتاً نزدیک کا فاصلہ ہے۔ انصار کے ایک جواں ہمت رکن مکرم علی محمد صاحب جن کی عمر ۵۷ سال ہے تھرپارکر سندھ سے ۷۰۰ میل کا سفر کرکے یہاں پہنچے ہیں۔ ان کے ساتھ ایک نومسلم نوجوان بھی جن کے والدین ابھی تک ہندو ہیں ـــ تھوڑا ہی عرصہ ہُوا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے قبول اسلام کی توفیق پائی ہے۔ اس سال خدام الاحمدیہ کے اجتماع پر بھی سائیکل پر آئے تھے۔ اُن کو ایسا لُطف آیا کہ اب انصار اللہ کے اجتماع پر بھی ساتھ چل پڑے اور اس بزرگ دوست علی محمد صاحب کے ساتھی بن کر پھر تشریف لائے ہیں۔

پس یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ احمدی

بوڑھے دن بدن جوان ہوتے جارہے ہیں۔

انصار اللہ کے لئے یہ خوشی کی بات ہے اور خدام الاحمدیہ کے لیے ایک لحاظ سے لمحہ فکریہ۔ بوڑھوں اور جوانوں کا ایک مقابلہ ہے جس میں پہلے تو میں انصار کے ساتھ ہُوا کرتا تھا یعنی چھ مہینے پہلے تک یہی کیفیت تھی کیونکہ میں بھی باقاعدہ مجلس انصار اللہ کا ایک رُکن تھا۔ اگرچہ خدام بھی ہمارے اپنے بھائی اور بچے ہیں لیکن مقابلہ کی اسلامی رُوح کے پیش نظر

میری دلی کوشش بھی یہی ہوتی تھی اور دُعا بھی ہوتی تھی کہ انصار آگے بڑھیں۔ لیکن اَب تو دونوں میں سانجھا ہو گیا ہوں۔ اس لئے یہ بہت مشکل ہے کہ ایک کے لئے دوسرے سے زیادہ دُعا کروں۔ اَب تو یہ حال ہے کہ دونوں میں سے جو جیتے گا اسی کی خوشی ہو گی۔ آپ کو اپنے اپنے دائرہ میں یہ رشک کا مقابلہ جاری رکھنا چاہیئے۔ اور اپنے اپنے دائرہ میں پہلے سے بڑھ کر دُعائیں کرنی چاہئیں۔ انصار کی پوری کوشش ہونی چاہیئے کہ وہ اپنے اُوپر سے بڑھاپے کا داغ مٹائیں اور جوانوں کو جواں ہمتی سے چیلنج کریں۔ اور جوانوں کی بھی پوری کوشش ہونی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو جو صحت اور توانائی نسبتاً زیادہ بخشی ہے۔ وہ اس کی لاج رکھیں اور بوڑھوں کو آگے نہ نکلنے دیں۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے۔

ہماری اجتماعی زندگی کے بعض پہلو ایسے ہیں جن میں

انصار کو بہرحال خدّام پر فوقیت حاصل ہے۔

وہ عمر کے لحاظ سے جماعت کے ایسے طبقہ میں شامل ہیں جن کو عموماً عبادت کی زیادہ توفیق ملتی ہے۔ دُعاؤں کی زیادہ توفیق ملتی ہے۔ بعض انصار تو ایسے بھی ہیں جو لیٹے رہتے ہیں کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ مگر اُن کی دُعاؤں میں اتنی قوّت اور اتنی شوکت ہوتی ہے کہ وہ لیٹے لیٹے ہزاروں چلنے پھرنے والوں سے آگے نکل جاتے ہیں۔ ایسے ہی انصار بزرگوں میں سے حضرت مولوی محمد الدین صاحب ایک ہیں جن کی عمر اس وقت سو سال سے کچھ تجاوز کر چکی ہے۔ حضرت ..... (اقدس بانی سلسلہ احمدیہ ناقل) کے قدیم اور نہایت مخلص خدّام میں سے ہیں۔ چارپائی پر پڑے ہوئے ہیں۔ بولنے کی بھی پوری طاقت نہیں لیکن جب میں سپین سے واپس آکر اُن سے ملنے گیا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ تمام عرصہ وہ دُعائیں کرتے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مسجد بشارت سپین کی افتتاحی تقریبات کو کامیاب کرے۔ نیز فرمایا کہ میرے دل میں یہ حسرت رہی کہ کاش! مَیں بھی شامل ہو سکتا۔ مَیں نے کہا آپ کی جگہ خدا تعالیٰ کے فرشتے شامل ہو رہے تھے۔ آپ کی یہ دُعائیں قبول ہونے کے منظر ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ اس لئے آپ سے زیادہ اَور کون اس تقریب میں شامل تھا۔ پس انصار اللہ میں ایسے بھی بزرگ ہیں جو بہت بوڑھے ہیں۔ بستر پر پڑے ہوئے ہلنے جُلنے کی بھی طاقت نہیں رکھتے۔ دوسرے لوگ سہارا دیتے ہیں تو حرکت کرتے ہیں۔ لیکن اُن کے دل زندہ اور ہمتیں جوان ہیں۔ اُن کی دُعاؤں میں اتنی طاقت ہے کہ وہ عرش کے پائے ہلا دیتی ہیں۔ غرض اس لحاظ سے انصار اللہ کا یہ کام ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور دُعاؤں کی برکت سے بہت تیزی کے ساتھ آگے بڑھیں۔ بڑھاپے کی کمزوریاں ان کے کام میں جو کمی پیدا کر دیتی ہیں۔ اس کمی کو دُعاؤں کی برکت سے وہ پورا کر سکتے ہیں بلکہ پورا کرنے سے بھی زیادہ اپنے دامن کو برکتوں سے بھر سکتے ہیں۔

مَیں نے آج خطبہ جمعہ میں تحریک جدید کے سال نو کے آغاز کا اعلان کیا تھا۔ اور تحریک جدید کے مالی قربانی کے پہلو کو خصوصیت کے ساتھ جماعت کے سامنے رکھا تھا۔ لیکن تحریک جدید کے نظام میں اَور بھی بہت سے پہلو ہیں جو مالی قربانی کے ساتھ پہلو بہ پہلو چلنے چاہئیں۔ ان میں سے ایک وقفِ زندگی ہے۔

وقف زندگی

سے متعلق مَیں آج انصار اللہ کو تحریک کرنا چاہتا ہوں ۔ وہ خصوصیّت کے ساتھ وقف کی طرف توجہ کریں ۔ اس وقت سلسلہ کو خدمت کرنے والوں کی بہت زیادہ ضرورت ہے ۔ خدمت کے کام پھیل رہے ہیں اور اس کے ساتھ ہر شعبہ میں کارکنوں کی کمی محسوس ہو رہی ہے ۔ جو کام اس وقت ہاتھ میں ہیں اُن کو پُورا کرنے کے لئے بھی مزید انسانی قوّت کی ضرورت ہے لیکن جو کام ابھی تشنہ پڑے ہوئے ہیں ۔ بعض ابھی توجہ طلب ہیں ۔ ان کے لئے اَور بھی زیادہ کثرت کے ساتھ انصار چاہئیں ۔ سورہ صف کی ان آیات میں جو آپ کے سامنے ابھی تلاوت کی گئی تھیں یعنی مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ۔ اس میں خدا کی طرف لے جانے والے انصار ۔ خدا کی خاطر اپنے نام پیش کرنے والے انصار مراد ہیں ۔ اس میں شک نہیں کہ انصار کے لفظ میں صرف وہی لوگ شامل نہیں جن کی عمر چالیس سال سے زیادہ ہے ۔ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ کے اس اعلان میں بوڑھے بھی شامل ہیں اور بچّے بھی ۔ جوان بھی شامل ہیں اور عورتیں بھی ۔ غرض زندگی کے ہر طبقہ سے تعلّق رکھنے والے اور عمر کے ہر دَور سے تعلق رکھنے والے اس میں شامل ہیں ۔ لیکن انصار کو خصوصیّت کے ساتھ میں اس وجہ سے مخاطب ہوں کہ ہماری بعض ضرورتیں فوری طور پر انصار پُوری کر سکتے ہیں ۔

ہمارے بہت سے ایسے انصار ہیں جو ریٹائرمنٹ کی عمر کو پہنچنے والے ہیں ۔ بہت سے ایسے بھی ہیں جو ریٹائرمنٹ کو پہنچ چکے ہیں ۔ ان میں سے کئی ایسے بھی ہوں گے جن کو ذریعہ معاش کی کچھ اَور صورتیں حاصل ہو گئی ہوں ۔ روزی کمانے کے کچھ نئے رستے میسّر آ گئے ہوں ۔ لیکن کچھ ایسے بھی ہوں گے اور غالباً زیادہ تعداد ایسے دوستوں کی ہوتی ہے جن کو ریٹائرمنٹ کے بعد کوئی کام نہیں ملتا ۔ پس جن کو کام نہیں ملتا اُن کی اس سے زیادہ خوش نصیبی اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی بقیّہ عمر خدا کے دین کی خدمت کے لئے رضا کارانہ طور پر وقف کر دیں ۔ (یہ وقف خصوصی وقف ہے ۔ اس لئے یہ رضا کارانہ طور پر ہو گا ۔ اس میں سلسلہ ان کو مالی لحاظ سے کچھ بھی نہیں دے گا ۔ اگر وہ گھر بیٹھے گزارہ لیتے ہیں تو مرکز میں آ کر بھی گزارہ کر سکتے ہیں ۔ ہاں اگر کوئی مجبور ہو ۔ گھر سے جُدا ہو کر وہ علیٰحدہ خوراک وغیرہ کے انتظام کی سکت نہ پاتا ہو تو اس کے کھانے اور رہائش وغیرہ کے انتظام کی حد تک رعایت دی جا سکتی ہے ۔ مگر بہر حال چونکہ کام بہت بڑھ رہا ہے اس لئے خالص رضا کار واقفین کی بھی ضرورت ہے ۔)

دوسرے وہ دوست جو ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد رزق کے بعض اَور رستے پا لیتے ہیں ۔ ان کو نئے نئے ذرائع معاش میسّر آ جاتے ہیں ۔ اُن سے مَیں یہ کہتا ہوں کہ آپ نے زندگی کا ایک بڑا حصّہ دُنیا کمانے میں صرف کیا ۔ اَب یہ چھوٹی سی آزمائش آپ کو درپیش ہے ۔ اَب اس قصّہ کو ختم کریں ۔ کیا پتہ خدا کی طرف سے کس وقت کسی کو بُلاوا آ جائے ۔ اگرچہ عمر کا ایک بڑا حصّہ آپ نے مقامی طور پر خدمت کرنے میں گزارا لیکن

باقاعدہ واقف کے طور پر نہیں

بعیر حلیہ السلام

سلسلہ کے کاموں میں پیش پیش رہ کر خدمت کی توفیق ملی۔ اس سے انکار نہیں لیکن جو لطف ساری زندگی پیش کر دینے میں ہے وہ لطف اس قسم کی خدمتوں میں میسّر نہیں آسکتا (یہ لطف بھی کیا لطف ہے کہ انسان اپنے ہاتھ سے اپنی رضا کی گردن پر چھُری رکھ دے۔ اور وہ پھر اپنا ہاتھ اُٹھالے اور سلسلہ سے کہے کہ آپ جس کے ہاتھ میں چاہو یہ چھُری پکڑا دو ہم اُف نہیں کریں گے۔ پس اگر انسان اپنے دل میں کوئی امنگ نہ رہنے دے۔ کوئی تمنّا نہ رہنے دے۔ وہ یہ فیصلہ کرلے کہ دُنیا کی زندگی کے جو مزے لُوٹنے تھے وہ لُوٹ چکا ہوں۔ اب سب کچھ خدا کے لئے ہے۔ اس ارادہ۔ اس اخلاص اور اس نیّت کے ساتھ زندگی پیش کرنے کا ایک الگ لطف ہے۔ اس لئے ایسے انصار جن کو دُنیا کے ذرائع معاش میسّر ہوں۔ وہ اگر اپنے دل میں یہ ہمّت پاتے ہوں۔ اگر اُن کے حالات اجازت دیتے ہوں۔ تھوڑے ہی گزارہ کرنے کی توفیق پالیتے ہوں تو اُن کو میں یہی کہوں گا کہ یہ بہت بہتر راستہ ہے۔ وہ اپنے آپ کو خدمتِ دین کے لئے پیش کریں اور سلسلہ کی بڑھتی ہوئی ضروریات کو پُورا کرنے میں حصّہ لیں۔ کیونکہ جتنے زیادہ واقفین اس وقت میسّر آئیں گے اللہ تعالےٰ کے فضل سے اتنی ہی تیزی کے ساتھ اسلام کو چہارِ دانگ عالم میں فتح نصیب ہوگی۔

علاوہ ازیں

ایسے واقفین بھی چاہئیں

جو یہ توفیق رکھتے ہوں کہ مرکز سے باہر جاکر بھی خدمتِ دین کر سکیں۔ یہ بھی اسی قسم کا رضا کارانہ وقف ہوگا۔ اس تحریک سے پہلے ہی بعض دوستوں نے اپنے نام اس سلسلہ میں پیش کئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے یہ ایک ہَوا چلی ہے انگلستان میں بھی۔ یورپ کے دوسرے ممالک میں بھی۔ واپس آیا تو کراچی میں بھی اور یہاں آنے کے بعد پنجاب کی مختلف جماعتوں سے بھی ایسے نام پہنچ چکے ہیں جنہوں نے اسی ارادہ کا اظہار کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی خاطر رضا کارانہ طور پر اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں چنانچہ بعض دوستوں نے تو یہاں تک اصرار کیا کہ ابھی اسی وقت ہمارا وقف قبول کیا جائے اور اسی وقت خدمت سپرد کی جائے چند دن ہوئے سرگودھا کے ایک دوست تشریف لائے۔ کہنے لگے میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں۔ ابھی تک میرا وقف قبول نہیں ہُوا۔ میں نے کہا ہمیں تو بڑی ضرورت ہے۔ آپ کو انشاء اللہ کسی جگہ لگا دیں گے۔ انہوں نے کہا مجھے چین نہیں آئے گا۔ مجھے ابھی لگائیں۔ اور کوئی کام نہیں تو مجھے دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں کلرک لگا دیں۔ یہ نہیں تو بے شک مددگار کارکن بنا دیں۔ میں کوئی شکوہ نہیں کروں گا۔ کوئی سوال نہیں ہوگا کہ مجھے کس آسامی پر لگایا جارہا ہے۔ پر ابھی لگائیں ورنہ میرے دل کو چین نصیب نہیں ہوگا۔ چنانچہ اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب پاس کھڑے تھے۔ میں نے اُن سے کہا کوئی کام ان کے سپرد کریں۔ اللہ کے فضل سے انہوں نے اسی وقت کام شروع کر دیا۔

پس ایسے زندہ دل اور ایسے

جواں ہمّت انصار کی ضرورت ہے

جو ان نیک ارادوں کے ساتھ اپنے نام پیش کریں کہ انہیں جہاں بھی جس شکل میں بھی خدمت کے کام پر لگایا جائے گا وہ اس کو انعام سمجھیں گے۔ اللہ کی رحمت تصور کریں گے۔ اگر ادنیٰ سے ادنیٰ کام پر بھی لگایا جائے گا تب بھی وہ خوش ہوں گے۔ کہ خدا کے نوکر ہیں۔ اگر کام نہیں بھی ہوگا۔ اُن کا وقت بظاہر ضائع بھی ہو رہا ہوگا۔ تب بھی وہ یہ سمجھیں گے کہ خدا کی خاطر بیٹھے انتظار کر رہے ہیں۔ اس سے بہتر زندگی اور کیا ہو سکتی ہے۔ خدا کی خاطر یہ بیکاری بھی ہزار ہا کاموں سے بہتر ہوتی ہے۔

ملٹن نے اس مضمون کو سمجھا۔ اُس نے اپنے شعر میں اس کو بیان کیا۔ ملٹن وہ شاعر ہے جو آخری عمر میں اندھا ہو گیا تھا۔ ایک ایسا آدمی جس کی فعّال زندگی گزری ہو۔ تمام عمر کاموں میں صرف ہوئی ہو وہ اگر آخری عمر میں اندھا ہو جائے تو اس کے دل کی ایک خاص کیفیت ہوتی ہے۔ وہ قدم قدم پر بڑا دکھ محسوس کرتا ہے۔ ملٹن میں نیکی بھی پائی جاتی تھی۔ وہ خدا کا ایک خاص خوف بھی دل میں رکھتا تھا۔ اس کی محبت بھی رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی ایک نظم میں اپنی اس کیفیت کو ظاہر کرتے ہوئے اپنے دل کو اسی طرح تسکین دی۔ اس نے کہا:-

THEY ALSO SERVE WHO STAND AND WAIT

کہ اے ملٹن! تم غم نہ کرو۔ وہ بھی تو خدمت ہی میں ہوتے ہیں جو کھڑے ہو کر حکم کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں۔

ہم لوگ تو اُس سے کہیں زیادہ عارف باللہ ہیں۔ وہ تو ایک تصوراتی خدا سے محبت کرتا تھا ہم ایک حقیقی خدا کے بندے ہیں، ہم ایک ایسے خدا کے بندے اور عاشق اور محب ہیں جو سب حقیقتوں سے زیادہ سچی حقیقت ہے۔ پس ہمیں اس سے کہیں زیادہ عاجزی اور گریہ وزاری کے ساتھ اپنے نفوس کو خدا کے حضور پیش کرنا چاہیئے اور ایسے لوگ کثرت کے ساتھ اپنے نام پیش کریں جو زندگی کا ایک بڑا حصہ دُنیا میں گزار چکے ہیں۔ اُن کے بچے بڑے ہو گئے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو سنبھالنے لگ گئے ہیں۔ کافی ہو گئی دُنیا کی خدمت۔ اَب سلسلہ کو ختم کرنا چاہیئے اور اللہ کے حضور حاضر ہو کر یہ عہد کریں کہ جو بھی خدمات اُن کے سپرد کی جائیں گی وہ ان کو بجا لائیں گے اور ذمہ داریوں کو خوشی خوشی اٹھائیں گے۔ وہ اپنے آپ کو بڑا ہی خوش قسمت سمجھیں کہ وہ آخری سانس جو لیں گے وہ خدا کی خاطر حاضر ہونے والے انصار کے طور پر سانس لے رہے ہوں گے۔

وقف کا ایک دوسرا پہلو

یہ ہے کہ نوجوان آگے آئیں۔ اس لحاظ سے بھی انصار بہت بڑی خدمت انجام دے سکتے ہیں۔ کیونکہ انصار عمر کے لحاظ سے جماعت کا وہ گروہ ہے جن کے بچے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُن کے ساتھ محبت رکھتے ہیں۔ اُن کے ساتھ خلوص اور عقیدت رکھتے ہیں۔ ماں باپ یا گھر کے بزرگوں کے طور پر اُن کا خاص احترام کرتے ہیں۔ اس لئے انصار کی طرف سے کہی ہوئی بات اُن کے دل پر خاص اثر کرتی ہے۔ اس لئے انصار کو چاہیئے کہ وہ اپنے بچوں اور عزیزوں خواہ وہ اُن کے اپنے بیٹے ہوں یا بھائی یا بہن کے بیٹے ہوں ان کو بار بار نصیحت کریں۔ ان کو یہ باور کرائیں کہ سب سے زیادہ امن کی زندگی وقف کی زندگی ہے۔ سب سے زیادہ سکینت اور طمانیت کی زندگی وقف کی زندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ واقفین کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ جو واقفین وفا کے

ساتھ اپنے عہد پر قائم رہتے ہیں اُن کو خدا کبھی ضائع نہیں کرتا۔ اُن کی اولادوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ دُنیا بھی پھر اُن کے پیچھے چلی آتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے زیادہ طمانیت بخش کوئی زندگی نہیں جو خُدا کے دین کی خدمت میں صرف ہو رہی ہو۔ غرض انصار کو چاہیئے کہ وہ اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائیں۔ دُنیا کے لحاظ سے ان کو زیورِ تعلیم سے خُوب مزیّن کریں اور پھر اُن سے کہیں کہ اب اپنے نام خدمتِ دین کے لئے پیش کرو۔ یہ ایک عمومی تحریک ہے جس میں انصار سلسلہ کی بہت بڑی مدد کر سکتے ہیں۔ گھر گھر چرچا کر سکتے ہیں اور ایک نئی رَو چلا سکتے ہیں۔ تاکہ اس کثرت کے ساتھ واقفین پیش ہوں کہ ہمیں اُن میں سے چناؤ کرنا پڑے۔ یہ خیال نہ ہو کہ واقفین کم ہیں۔ بلکہ یہ احساس ہو کہ واقفین زیادہ آگئے ہیں۔ فی الحال ضرورت اتنی نہیں ہے۔ جب تک ہم اُن کے لئے جگہ نہ بنالیں ان کا وقف قبول نہیں کر سکتے۔ اس کیفیّت اور اس شان کے ساتھ جماعت اس سے پہلے وقف کی تحریک میں کئی بار حصّہ لے چکی ہے۔ مجھے یاد ہے قادیان کے زمانہ میں جب کہ ابھی جماعت کی تعداد بھی بہت تھوڑی تھی۔ حضرت مصلح موعود نے آغاز میں وقف کی تحریک کی تو بڑی کثرت کے ساتھ نام آتے تھے۔ ایسی دَرد بھری درخواستیں لے کر نوجوان آیا کرتے تھے کہ ان کو پڑھ کر دل پگھل جاتا تھا۔ وہ اپنی ہر چیز نذرانہ کے طور پر لے کر حاضر ہو جاتے تھے۔ وہ کہتے تھے۔ اے خُدا کے خلیفہ! ہم تیرے حضور حاضر ہیں۔ ہمارا وقف قبول کر۔ ہم کبھی کوئی شکوہ زبان پر نہیں لائیں گے۔ جو گزارہ دیں گے ہم اس کو قبول کریں گے۔ بعض خطوط مَیں نے بھی دیکھے ہیں۔ اُن کو پڑھتے ہوئے آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے تھے اور دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے بھر جاتے تھے کہ خُدا تعالیٰ نے حضرت (اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ ۔ ناقل) کو کیسے پیارے عشاق عطا فرمائے ہیں۔

پس انشاء اللہ الٰہی دیوانوں کے ذریعہ سے آج دُنیا میں انقلاب برپا ہوگا۔ فرزانوں کے ہاتھوں تو دُنیا بہت ویران ہو چکی اور اب بالکل تباہی کے کنارے پر جا کھڑی ہے۔ احمدیّت کے دیوانوں نے دُنیا کو اس تباہی سے بچانا ہے۔

پس ہمیں ان دیوانوں کی ضرورت ہے

جو دُنیا کی چمک دمک کی پرواہ نہ کریں بلکہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کو ردّ کر دیں۔ اس کو دھتکار دیں۔ اور کہیں کہ ہم خدا کے بندے ہیں۔ خدا کے حضور حاضر ہوں گے۔ تیری طرف ہرگز مائل نہیں ہوں گے۔ غرض انصار اللہ کو عمر کے لحاظ سے ایک ایسا مقام حاصل ہے کہ اگر وہ اپنے اپنے ماحول میں خدام کو وقفِ زندگی کے لئے آمادہ کریں۔ ان کے دلوں میں غلبہ اسلام کے ولولے پیدا کریں۔ خدمتِ دین کی امنگیں پیدا کریں تو یہ بھی اُن کی طرف سے بہت بڑی خدمت کے مترادف ہے۔

تیسرے

نئی نئی بدرسُوم کے خلاف جہاد

کا کام ہے جسے مَیں خصوصیّت کے ساتھ انصار اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ تحریکِ جدید کے بہت سے مطالبات میں سے ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ دوست اپنی زندگی کو تعیّش سے بچا کر سادگی کی طرف لے آئیں۔ دُنیا نے آج مختلف زینتوں۔ اور تعیّش اور کئی قسم

کے لہو ولعب کے سامان ایجاد کر لئے ہیں۔ اگر انسان ان میں مبتلا ہو جائے۔ یا کوئی قوم یا معاشرہ ان میں مبتلا ہو جائے تو پھر ان سے اپنا دامن چھڑا کر اپنے آپ کو خدمت کے کاموں کی طرف مائل کرنا بہت مشکل کام ہو جاتا ہے۔ اس لئے خدمتِ اسلام کی جس راہ پر ہم گامزن ہیں اس کا یہ تقاضا ہے کہ حرام تو حرام بعض حلال چیزیں بھی ہم چھوڑ دیں تاکہ وہ معاشرہ پیدا کیا جاسکے جو ہمارے مقصد کے حصول میں ممد ہو۔ ہر ماحول میں ہر قسم کا پھل دار درخت نہیں لگا کرتا بعض جگہ بعض زمینوں میں بعض آب و ہوا میں بعض قسم کے پودے لگتے ہیں۔ اور نشوونما پاتے ہیں لیکن بعض دوسری قسم کی آب و ہوا میں وہی پودے چند دن بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔ پس ایسی قومیں جنہوں نے عظیم الشان کام کرنے ہوں۔ جنہوں نے عظیم الشان خدمات بجا لانی ہوں۔ جنہوں نے اسلام کے عالمگیر غلبہ کے لئے اپنی زندگیاں وقف کرنی ہوں، اُن کے معاشرہ میں لازماً سادگی کی آب و ہوا ہونی چاہیئے۔ ورنہ تعیّش کی آب و ہوا میں پلنے والے پودے سادگی کی آب و ہوا میں زندہ نہیں رہ سکتے اور سادگی کی آب و ہوا میں پلنے والے تعیّش کی آب و ہوا میں زندہ نہیں رہ سکتے۔ پس ہمیں اپنا ایک ماحول پیدا کرنا پڑے گا۔ اپنی ایک فضا پیدا کرنی پڑے گی۔ جس ملک میں بھی ہم رہیں اس ملک کی فضا سے اس حد تک مختلف ہوگی۔ اس میں مذہبی اقدار زیادہ ہوں گی۔ اس میں سنجیدگی زیادہ ہوگی۔ اس میں سادگی زیادہ ہوگی۔ اس میں زندگی کی لذتوں کے رُخ مختلف ہوں گے۔ لذتیں تو پھر بھی ہم حاصل کرتے رہیں گے۔

مگر یہ لذتیں اعلیٰ لذّات ہوں گی۔

یہ وہ لذتیں ہوں گی جو قربانی کے نتیجہ میں حاصل ہوتی ہیں۔ جو خدمت کے نتیجہ میں حاصل ہوتی ہیں۔ عظمتِ کردار کے نتیجہ میں حاصل ہوتی ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لذتیں دُنیا کی لذّتوں سے بہت زیادہ بالا اور بہت زیادہ فائق ہوا کرتی ہیں۔ اس لئے کسی بے لذّت زندگی کی طرف تو آپ کو نہیں بُلایا جا رہا۔ آپ کو زیادہ پاکیزہ۔ زیادہ باقی رہنے والی اور زیادہ عظیم الشان لذّتوں کی طرف بُلایا جا رہا ہے جو آپ کی زندگی پر ایک دفعہ اگر قبضہ کر گئیں تو پھر آپ چاہیں گے بھی تو اُن سے نکل کر باہر نہیں جاسکیں گے۔ نیکیوں میں بھی لذت ہوا کرتی ہے اور بدی کی لذّت سے زیادہ ہوا کرتی ہے۔ اس لئے اپنے معاشرہ میں پاک تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ مُرورِ زمانہ سے جو بدیاں رفتہ رفتہ ہمارے معاشرہ میں داخل ہوگئی ہیں اُن کی بیخ کنی کا کام شروع کریں۔ بیاہ شادی پر بعض بدرسوم ہمارے معاشرہ میں داخل ہو رہی ہیں۔ اسی طرح بے پردگی پھیلتی جا رہی ہے۔ اس کے خلاف ایک جہاد کرنا پڑے گا۔ اسی طرح دُنیا کی لذّتوں کے حصُول کے لئے باہمی دَوڑ شروع ہوگئی ہے اور ذوق بگڑ رہے ہیں۔ یہ دُنیا کا حال ہے جو مَیں بیان کر رہا ہوں۔ ہماری جماعت اس سے متاثر ہو رہی ہے۔ ہماری جماعت کے لوگ اس قسم کے معاشرہ میں مغلوب ہو جاتے ہیں۔ یعنی زیادہ وسیع تعداد کے معاشرہ کے اندر تھوڑی تعداد میں رہتے ہیں۔ لازماً اُن پر کچھ اثر پڑتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ ہمارے کناروں پر بیماری کا اثر ظاہر ہونے لگ جاتا ہے۔ قرآن کریم ہمیں اپنی سرحدوں کی حفاظت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ فرماتا ہے اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو۔ اگر اپنی اقدار کو زندہ رکھنا چاہتے ہو تو تمہارے

لئے یہ ضروری ہے کہ اپنی سرحدوں کی حفاظت کرو۔ یعنی بیماری کو باہر جاکر پکڑو۔ اس کو موقع نہ دو کہ وہ اندر داخل ہو جائے۔ چنانچہ سرحدوں کی حفاظت میں غفلت کے نتیجہ میں بعض دفعہ بیماریاں اندر اُتر آتی ہیں۔ یعنی جلد کی بیماریاں خون میں داخل ہوجاتی ہیں۔ خون کی بیماریاں گلینڈز میں چلی جاتی ہیں۔ پھر زیادہ VITAL یعنی نہایت اہم گلینڈز میں داخل ہوجاتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ اور زیادہ زندگی کے اندر ڈوبتی ہیں تو کینسر بن جاتی ہیں۔

پس پیشتر اس کے کہ معاشرہ کی خرابیاں ہمارے اندر مزید نفوذ کریں

ہمیں اپنے دفاع کو کناروں پر مضبوط کرنا چاہیئے۔

اور اپنی سوسائٹی کو آج کل کے معاشرہ کی برائیوں سے کُلیتہً محفوظ کر دینا چاہیئے۔ اس ضمن میں بھی مجھے انشاء اللہ تعالیٰ توقع ہے کہ انصار ایک نمایاں کردار ادا کریں گے۔ اُن کی تلقین اور تعلیم کے ذریعہ خدا کے فضل سے نمایاں تبدیلیاں پیدا ہوں گی۔

جماعت احمدیہ ایک بہت ہی پیاری اور پاکیزہ جماعت ہے۔

جسکی دُنیا میں کوئی مثال نہیں ہے۔ اس میں کمزوریاں تو داخل ہوتی ہیں اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن بنیادی طور پر یہ ہیرے جواہرات سے زیادہ قیمتی جماعت ہے۔ ان کو معمولی سا اشارہ کردو۔ تھوڑا سا جگا دو تو یہ بڑی تیزی کے ساتھ اپنے اصل مقام کی طرف واپس لوٹتے ہیں۔ یورپ کے حالیہ دَورہ میں مجھے بعض جگہ توجہ دلانے کا موقع ملا۔ بعض جماعتوں میں بعض کمزوریاں نظر آئیں۔ مَیں نے ان کو توجہ دلائی تو انہوں نے بڑی تیزی کے ساتھ اس پر ردّ عمل دکھایا۔ حالانکہ مجھے بہت بلند توقعات تھیں۔ لیکن بعض جگہ میری توقعات سے بھی بہت بڑھ کر ردّ عمل ظاہر ہُوا اور ہر معاملہ میں تعاون کا ایسا حیرت انگیز نمونہ دکھایا کہ میرا سارا وجود حمد سے بھر گیا اور درد سے بھر گیا۔ مَیں نے کہا دیکھو! اللہ کی شان ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا فیض ہے جس کے عظیم غلام کو ایسی روحانی قوّت عطا کی گئی کہ جب وقفِ زندگی کا مطالبہ کیا جاتا ہے اس کی طرف منسوب ہونے والے اپنے سارے وجود کو دین کے لئے پیش کر دیتے ہیں اور کچھ بھی باقی نہیں رکھتے۔ ان میں کوئی انانیت باقی نہیں رہتی۔ کمزوریاں ہوجاتی ہیں۔ غفلتیں بھی ہوجاتی ہیں۔ وقتی طور پر قومیں بھی سوجایا کرتی ہیں لیکن زندہ قوموں کو ذرا سا جگاؤ تو بیدار ہوجاتی ہیں بعض دفعہ پہلے سے بھی زیادہ مستعدی کے ساتھ کام کرنے لگ جاتی ہیں۔

پس یہ اتنا مشکل کام نہیں ہے

جو انصار کے سپرد کیا جا رہا ہے۔ یہ تو لہُو لگا کر شہیدوں میں داخل ہونیوالی بات ہے۔ انصار ذرا سی بھی محنت کریں گے تو انشاء بہت ہی شاندار وسیع۔ گہرے اور دیرپا نتائج پیدا ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ خدا تعالیٰ دن بدن جماعت احمدیہ کو اس اعلیٰ المقصد کی طرف تیزی کے ساتھ لے جانا شروع کرے جس کا ہمیں انتظار کرتے ہوئے ایک لمبا عرصہ گزر چکا ہے۔ اَب تو دل بے قرار ہے۔ خدا جلد جلد فتح کا وہ دن دکھائے۔ جب ساری دُنیا میں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا جھنڈا بلند ہو رہا ہو اور دوسرے سارے جھنڈے سرنگوں ہو جائیں۔"

روحانی ترقی کے میدان میں کوئی آخری منزل نہیں

واقفین کی تعداد بڑھانی پڑے گی

آگے بڑھنا آپ کے مقدر میں لکھا ہے

مرتبہ: بشیر احمد اختر

مجلسِ انصار اللہ مرکزیہ کی طرف سے سالانہ اجتماع انصار اللہ کے موقع پر مورخہ ۶ر نبوت ھ ۱۳۶۱ش (۶ر نومبر ۱۹۸۲ء) کو عشائیے کا اہتمام کیا گیا۔ سیدنا و امامنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی از راہِ شفقت شرکت فرمائی۔ کھانے سے قبل حضور کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا گیا جس کے جواب میں حضور نے مختصر مگر نہایت ہی دلچسپ اور ایمان افروز خطاب ارشاد فرمایا۔ حضور کے اس خطاب کا مکمّل متن ذیل میں درج ہے۔

تشہّد و تعوّذ اور تسمیہ کے بعد حضور نے فرمایا

مغربی قوموں میں یہ رواج ہے

کہ ڈنر یعنی رات کے کھانے کے بعد تقاریر ہوتی ہیں۔ مہمانِ خاص جس کو مدعو کیا جاتا ہے وہ AFTER DINNER یعنی کھانے کے بعد تقریر کرتا ہے۔ لیکن قرآنِ کریم سے اس کے بالکل برعکس رواج کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کھانے پہلے تقریر فرمائی اور ان کے دو ساتھی قیدیوں کو جن کو تبلیغ کرنا مقصود تھا، فرمایا کہ جب تک کھانا نہیں لگتا ہم بیٹھ کر تبلیغی باتیں کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت۔۔(اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیّہ) نے بھی لاہور میں کھانے کے انتظار میں احباب کو مخاطب فرمایا۔

آج جب انصار نے مجھ سے پوچھا کہ ہم کھانے کے بعد گفتگو کا پروگرام رکھیں یا کھانے سے پہلے، تو میرے ذہن میں یہی دو مثالیں تھیں جن کے پیشِ نظر میں نے کہا کہ کھانے سے پہلے رکھ لیں۔ یورپ اپنے رواج قائم کرتا ہے، ہم اپنے رواج قائم کریں گے، اس لئے اب ہم کھانے سے پہلے چند منٹ باتیں کرتے ہیں۔

کھانے سے پہلے تقریر رکھنے میں کئی حکمتیں ہیں

ایک تو یہ کہ مقرر کو بھی کھانے کا خیال ہوتا ہے اور سننے والوں کو بھی ہوتا ہے۔ ضرورت سے زیادہ لمبی تقریر نہیں ہو سکتی۔

دوسرے یہ کہ کسی کو کھانے کے بعد کا خمار نہیں ہوتا اور لوگ پورے ہوش و حواس کے ساتھ تقریریں سنتے ہیں۔ کھانے کے بعد کی تقریروں میں تو سوتے اور جھومتے ہوئے آدمی نظر آجاتے ہیں، کھانے سے پہلے کی تقریر میں اس طرح نظر نہیں آسکتے۔

اور بھی بہت سی حکمتیں ہوں گی۔ لیکن یہ دو میرے ذہن میں آئیں اور میں نے بیان کر دی ہیں۔

سپاسنامے میں جس سفر کا ذکر کیا گیا ہے

اس کا مرکزی نقطہ وہی ہے

جو پہلے بیان کر دیا گیا کہ جو بھی اس سفر میں میسر آیا، محض اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ میسر آیا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ میں کیا اور میری بساط کیا۔ یہ وہی یورپ ہے جہاں کبھی خیمہ لے کر، کبھی HAVERSACK پیچھے رکھ کر میں پھرا کرتا تھا اور انہی گلیوں سے گزرتا تھا لیکن کسی کو پرواہ ہی نہیں تھی کہ کون آیا اور کون گزر گیا۔ تبلیغی گفتگو کا بھی موقع ملتا تھا تو زیادہ سے زیادہ ایک، دو، تین یا چار کو متوجہ کر سکتا تھا۔ یہ وہی وجود ہے، اس میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے حضرت اقدس .... کی برکت کے ساتھ مجھے اس سفر کی توفیق عطا فرمائی تو بالکل کایا پلٹ گئی۔

اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی

اور ہمت عطا کی۔ لوگ سمجھتے تھے کہ میں تھک گیا ہوں گا لیکن مجھے تو پتہ ہی نہیں لگتا تھا کہ تھکاوٹ کیا چیز ہے؟ حالانکہ بعض دفعہ ایسا پروگرام ہوتا تھا کہ بظاہر تھک جانا چاہیئے، لیکن اس میں کوئی تکلّف نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے خود بخود ایک طبعی طاقت پیدا فرما دی تھی جس کے نتیجے میں تھکاوٹ کا کوئی احساس نہیں رہتا تھا اور ساتھ ساتھ ایسی روحانی غذا ملتی تھی جو درحقیقت ایک توانائی پیدا کر رہی تھی، جو مستغنی کر رہی تھی ہر دوسرے آرام سے۔ مثلاً جب ہم جماعت احمدیہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جلد جلد ہونے والی پاک تبدیلیاں دیکھتے تھے، (پہلے بھی وہ ایک پاک جماعت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ اس کے باوجود روحانی ترقی کے میدان میں تو کوئی آخری منزل نہیں ہے۔ ایک منزل کے بعد دوسری، دوسری کے بعد تیسری — یہ ایک لامتناہی سلسلہ ہے۔) جب احمدی احباب کو نئی منزلیں طے کرتے دیکھتے تھے تو دل اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ بھر جاتا تھا۔ بارہا ایسے نظارے دیکھے ہیں کہ ایسے نوجوان جو پہلے نمازوں میں سست تھے۔ (جیسا کہ بعد میں انہوں نے خود ذکر کیا کہ ہم تو پانچ وقت نمازیں بھی نہیں پڑھا کرتے تھے) تہجد میں حاضر ہونے لگے۔ بڑے درد اور کرب کے ساتھ دعائیں کرنے لگے اور دعاؤں کے لئے کہنے لگے۔ اور ان کی دعاؤں کی درخواست یہ نہیں ہوتی تھی کہ ہمیں دنیا ملے۔ دعا کی درخواست یہ ہوتی تھی کہ

دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ دینِ احمدؐ کے لئے فدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ وہ رُوحانی غذا ہے جس کا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ یہ جسم کے اَنگ اَنگ کو سہلاتی تھی، تسکین پہنچاتی تھی اور نئی طاقت اور توانائی سے بھر دیتی تھی۔

پھر غیروں کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ نے اسی قسم کے فضلوں کے نظارے دکھائے۔ بسا اوقات ایسا ہُوا کہ پریس کانفرنس میں بڑی معاندانہ نظروں سے دیکھا گیا۔ بعض اوقات تو وہ اس طرح CROSS EXAMINE کرتے تھے کہ مُنہ سے تو نہیں کہتے تھے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو مگر سمجھتے یہی تھے کہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ ان کی گفتگو سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ تعداد کے اوپر CRITICISM کرتے۔ ہر بات جو ہم بیان کرتے تھے اس کو بڑی تنقیدی نظر سے دیکھتے تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ رنگ بدل جاتا تھا۔ دیکھتے دیکھتے ان کی طبیعتیں نرم پڑ جاتی تھیں اور ملائم ہو جاتی تھیں۔ آنکھوں میں ادب آجاتا تھا اور محبت پیدا ہو جاتی تھی۔

دو حربے جو بار ہا استعمال کئے گئے،

دونوں نے ہی ہمیشہ اُلٹا اثر دکھایا ان کے نقطۂ نگاہ سے،

ایک تو خمینی صاحب کو ہمیشہ نشانہ بنایا جاتا تھا۔ جب وہ دیکھتے تھے کہ اسلام کی رُو سے اُن کے پاس کوئی جواب نہیں ہے اور اثر پیدا ہو رہا ہے تو باقاعدہ ایک مجادلے یا مناظرے کی شکل بن جاتی تھی۔ پریس کانفرنس تو محض نام تھا۔ پھر وہ خمینی صاحب تک پہنچ جاتے تھے۔ اس کا اللہ تعالیٰ نے جو جواب دینے کی توفیق عطا فرمائی وہ مَیں انشاء اللہ کل ذکر کروں گا محض اس غرض سے کہ تا آپ کو معلوم ہو کہ بعض باتوں کا جواب کس طرح دینا چاہیئے۔ کیونکہ وہ جواب مَیں نے مُؤثر دیکھا اور یورپ کے ہر مُلک میں، ہر مجلس میں مُؤثر دیکھا۔ ایک بھی ایسی جگہ نہیں جہاں اس جواب کو سُننے کے بعد بے اطمینانی کا اظہار ہُوا ہو بلکہ ہمیشہ شرمندگی میں سر جھکتے دیکھے ہیں۔

دوسرے عورت کے مقام کے متعلق پوچھا جاتا

اور یہ سوال ہمیشہ عورتوں کی طرف سے ہوتا تھا۔ عورتیں پریس کی نمائندہ بہت کثرت سے ہوتی ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی شان تھی کہ پریس کی مجلس کے دوران جوابات کے بعد وہ نمائندگان بلند آواز سے اقرار کرنے لگتی تھیں کہ ہاں، یہ ٹھیک ہے۔ اسلام عورت کو زیادہ بلند مقام دیتا ہے۔ اور پریس کی طرف سے اتنا کُھلم کُھلا اقرار حیرت میں ڈال دیتا تھا۔

پریس کانفرنسیں ہی نہیں ہوئیں بلکہ بہت سی ایسی مجالس بھی منعقد ہوئیں جن میں معزّزین کو بُلایا جاتا تھا۔ بے تکلفی سے باتیں ہوتی تھیں اور مَیں محسوس کرتا تھا کہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ایک پاک تبدیلی پیدا ہو رہی ہے۔ اور یورپ میں ایک خاص ہَوا چلی ہے جو دلیل کو سُننے کے لئے ان کو آمادہ کر رہی ہے اور ان کے اندر خطرات کے احساس کو بیدار کر رہی ہے۔

اسی لئے طبیعت میں بڑی فکر پیدا ہوتی تھی کہ ہماری کوششیں اس کے مقابل پر کچھ بھی نہیں ہیں۔ ہمیں لازماً ان کوششوں کو تیز کرنا پڑے گا۔ لازماً واقفین کی تعداد بڑھانی پڑے گی اور بکثرت اپنے بوڑھوں، بچوں، جوانوں اور عورتوں کو اس میدان میں جھونکنا پڑے گا۔ کیونکہ جب مطالبے بڑھ جائیں تو ان کو بہرحال پُورا کرنا پڑے گا اور ہمیں پُورا کرنا پڑے گا۔ ہمارے سوا ہے ہی

کوئی نہیں۔ ہمیں چُنا ہے اللہ تعالیٰ نے ان مطالبوں کو پُورا کرنے کے لئے۔ اس احساس کے ساتھ پھر اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرماتا تھا۔ کئی قسم کی سکیمیں ذہن میں داخل فرماتا تھا، ان کو بیان کرنے کی توفیق بخشتا تھا اور ان کو قبول کرنے کے لئے جماعت میں ایک رَو چلا دیتا تھا۔

پس یہ چند باتیں ہیں جو مَیں یہاں مختصراً عرض کر سکتا ہوں۔ جیسا کہ مَیں نے پہلے بیان کیا آپ کی بُھوک آپ کو یاد کرا رہی ہوگی۔ اور مجھے اگرچہ بھوک تو نہیں ہے لیکن یہ یاد ہے کہ کھانا بہرحال کھانا ہے۔ باقی باتیں انشاء اللہ کل سہی۔

مَیں آپ کا بہت ممنون ہوں

کہ آپ نے بڑی محبت کے ساتھ اور بڑے پیار کے ساتھ سلوک فرمایا۔ اَب بھی اور اس سے پہلے بھی جب تک انصار سے وابستہ رہا ہوں بہت ہی غیر معمولی تعاون فرمایا ہے۔ حالانکہ میری کوئی حیثیت نہیں تھی، میری کوئی بساط نہیں تھی۔ مَیں یہاں تھا ہی نہیں جب آپ نے مجھے صدر چنا تھا۔ اس وجہ سے مَیں اپنے آپ کو بڑا اوپرا محسوس کرتا تھا۔ عمر کے لحاظ سے اگرچہ بوڑھا تو تھا لیکن اپنے آپ کو بوڑھا ماننے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اس لئے بھی اوپرا لگتا تھا کہ بوڑھا بھی نہوں بلکہ بوڑھوں کا صدر بن کے بیٹھ جاؤں۔ اور دوسرے اس لئے کہ مجھ سے پہلے جیسا کہ آپ کو علم ہے میرے بڑے بھائی مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب بہت لمبا عرصہ تک انصار کی صدارت فرماتے رہے ہیں اور مجھے کسی مجلس عاملہ میں بھی شامل ہونے کا موقع نہیں تھا۔ پہلے مَیں خدام الاحمدیہ کے کاموں میں مصروف رہا۔ پھر دوسرے کاموں میں مصروف رہا۔ اس لئے بالکل تجربہ نہیں تھا کہ اِس مجلس کے کیا آداب ہیں؟ اس کو کس طرح چلانا ہے؟ اس وجہ سے پریشانی تھی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ نام تو لگ جاتے ہیں جس کے ذمّہ کام لگایا جاتا ہے۔ ورنہ جماعت کے کام اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے اور ساری جماعت ایک وجود کے طور پر ہے جو تمام پاک کوششوں میں شامل ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سب کارکنوں کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے کسی نہ کسی حیثیت سے محض لِلّٰہ تعاون فرمایا اور یہ مجلس پہلے سے آگے بڑھتی رہی۔

ایک دَور کا سوال نہیں ہے۔

ہر دَور میں یہ مجلس آگے بڑھے گی۔ مَیں آپ کو یہ بتا دیتا ہوں کہ آگے بڑھنا آپ کے مقدّر میں لکھا ہُوا ہے۔ ہر اگلے دَور میں محسوس ہوگا کہ یہ مجلس پچھلے دَور سے آگے بڑھ گئی۔ لیکن نہ پچھلوں کا قصور ہوگا، نہ اگلوں کی خُوبی۔ حقیقت یہ ہے کہ جس قوم کے مقدّر میں آگے ہی آگے جانا ہے۔ اس نے آگے بڑھنا ہے اس کے لئے کبھی ٹھہرنے کا وقت نہیں آئے گا۔ نہ آپ کے لئے آسکتا ہے، نہ انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہمارے اعمال اس راہ میں حائل نہ ہو جائیں۔ کیونکہ جہاں تک تقدیرِ الٰہی کا تعلق ہے وہ یہی ہے۔"

اس کے بعد حضور نے احباب کے ساتھ کھانا تناول فرمایا اور پھر حضور کی اقتداء میں اجتماعی دُعا ہوئی۔

جماعت میں ایک عمومی بیداری کا رجحان ہے

مسجد کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں وہ پورے کرنے پڑیں گے

صد سالہ جوبلی منانے سے پہلے ہمیں اللہ تعالیٰ کے حضور کچھ تحفے پیش کرنے چاہئیں

مرتبہ: بشیر احمد اختر۔ ربوہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ ۷، نبوت ۱۳۶۱ھش (۷، نومبر ۱۹۸۲ء) کو مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع میں جو نہایت ہی رُوح پَرور اختتامی خطاب فرمایا تھا اس کا مکمل متن ذیل میں درج ہے۔

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بے انتہاء احسان اور کرم ہے

کہ ہر پہلو سے مجلس انصار اللہ کا یہ اجتماع خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیاب رہا اور پہلے اجتماع کی نسبت بڑھ کر رہا۔ افتتاحی تقریر میں مَیں نے آپ سے یہ گزارش کی تھی کہ اگرچہ چند پہلوؤں سے گذشتہ سال سے یہ اجتماع پیچھے ہے۔ لیکن عمومی طور پر خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ نمایاں ترقی نظر آ رہی ہے۔ اس دوران معلوم ہوتا ہے، مجلس مرکزیہ نے پھر کچھ کوشش کی ہے اور کچھ اعداد و شمار کی دوبارہ چھان بین کی گئی ہے۔ اس وقت جو نتیجہ سامنے ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر جہت سے ہمارا یہ سال بھی گزشتہ سال سے آگے نکل گیا ہے۔ چنانچہ بیرونِ ربوہ پاکستان سے ۹۴۲ مجالس ربوہ ایک اور بیرونِ پاکستان سے ۹ مجالس یہ کل ۹۵۲ مجالس شریک ہوئی ہیں، جبکہ گذشتہ سال ۸۴۲ مجالس شریک ہوئی تھیں۔ تو خدا تعالیٰ کے فضل سے نمایاں ترقی ہے۔

اس دفعہ باہر سے آنے والوں کی تعداد میں بھی نمایاں اضافہ ہؤا ہے۔ اور جہاں تک تعدادِ اراکین کا تعلق ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی نمایاں اضافہ ہے۔ اس سال ۷۰۰ اراکین زیادہ تشریف لائے ہیں۔ جہاں تک زائرین کا تعلق

ہے اس میں خدا کے فضل کے ساتھ ۱۱۳۸ کا اضافہ ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت میں ایک عمومی بیداری کا رجحان ہے اور عمومی ولولہ اور جماعتی کاموں میں دلچسپی بڑھ رہی ہے۔ کیونکہ جہاں تک انصار کا تعلق ہے لازماً مجلس مرکزیہ کی کوششوں کا اس میں دخل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو قبول فرمایا اور پہلے سے بہتر حاضری ہوئی۔ لیکن جہاں تک زائرین کا تعلق ہے یہ جماعت کے عمومی رجحان کا پتہ دیتا ہے۔ پچھلے سال زائرین کی تعداد ۳۱۴۷ تھی۔ اس کے مقابل پر امسال یہ تعداد ۵۲۷۴ ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کا بہت ہی احسان ہے اور ہم اُمید رکھتے ہیں اس کے فضلوں سے کہ وہ ہمیشہ ہمیں انشاء اللہ پہلے سے آگے بڑھاتا رہے گا۔

جہاں تک سائیکل سواروں کا تعلق ہے

اس میں ہمیں ایک بہت ہی نمایاں کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ انصار سائیکل سوار اتنی تعداد میں اور اس کثرت سے پہلے کبھی نہیں آئے تھے۔ ایک دفعہ ۱۹۷۳ء میں ۳۵ انصار سائیکل سوار آئے تھے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔ کیونکہ یہی سمجھا جانے لگا کہ خدام کا کام ہے کہ وہ سائیکلوں پہ آئیں، انصار نہیں آسکتے۔ پچھلے سال یہ سلسلہ دوبارہ شروع کیا گیا۔ گذشتہ سال ۸۲ انصار سائیکلوں پر تشریف لائے تھے۔ اس کے مقابل پر امسال اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۱۹۷ تشریف لائے ہیں۔ ایک سائیکل سوار ممبر انصار اللہ جنہوں نے انعام لیا ہے، ان کی عمر ماشاءاللہ اسّی سال ہے۔ اور آپ نے دیکھ لیا ہے کہ انعام لینے کے لئے وہ کس طرح دو سیڑھیاں چڑھے تھے۔ ان کی ہمت کا اندازہ کریں کہ وہ ماشاء اللہ سارا رستہ (۱۱۷ چک پچھور ضلع شیخوپورہ تا ربوہ - ناقل) سائیکل پر طے کر کے آئے۔ صرف ربوہ کی چڑھائی پہ آکر رہ گئے تھے۔ دریائے چناب کے جو دو پل ہیں وہاں اُن کے لئے فیصلہ کرنا مشکل ہوگیا کہ اب میں سائیکل پر تو جا نہیں سکتا پیدل جاؤں یا کسی اور ذریعہ سے پہنچوں۔ پھر ان کے ساتھیوں نے مدد کی۔ انہوں نے کہا آپ سائیکل پہ بیٹھے رہیں ہم آپ کو دھکا دے کے لے جاتے ہیں۔ چنانچہ ان کو دھکا دیا گیا، لیکن سائیکل پر سے نہیں اُترنے دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی ہمت ہے۔ کیونکہ جو چڑھائی نہیں چڑھ سکتا اس کے لئے پیدل چڑھنا بھی مشکل تھا۔ اس لئے اس کے سوا اور کوئی رستہ نہیں تھا کہ وہ سائیکل پہ بیٹھے رہیں اور دھکا دے کر اُن کو آگے کیا جائے۔

دوسرے صاحب جو سائیکل پر تشریف لائے تھے انہوں نے تو بہت ہمت کی ہے۔ پچھتّر سال کی عمر ہے۔ اور بھر یار کر سے آئے ہیں اور صرف ایک دن میں انہوں نے ایک سو دس میل سائیکل چلایا۔ ان کے ساتھی جو نسبتاً جوان ہیں (غالباً ۴۲ سال کی عمر ہوگی) انہوں نے کل مسجد مبارک میں نماز مغرب کے بعد یہ واقعہ سنایا کہ جب ہم چلنے لگے تو میرا صرف یہی ایک ساتھی تھا۔ اور تھا کوئی نہیں۔ مجھے بڑی فکر پیدا ہوئی۔ میں نے صاف جواب دے دیا کہ میں ان کے ساتھ نہیں جا سکتا۔ پھر میں نے مزید تسلّی کی خاطر ان کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا کہ "باباجی کدی گوڈے وِچ دَرد ہوئی اے"؟ وہ کہتے ہیں

انہوں نے جواب دیا " کدی ہٹی نئیں ۔ ہوئی تے ہوئی ہٹی کدی نئیں " یہ تھے دو سائیکل سوار جو ربوہ آنے کے لئے تیار بیٹھے تھے ۔ اور کوئی تیسرا شامل نہیں ہو سکا تھا ۔ اس پر قائد صاحب ضلع نے اس نوجوان نومسلم کو جو پچھلے سال بھی آئے تھے اور اس سال خدام الاحمدیہ کے اجتماع پر بھی سائیکل پر تشریف لائے ، کھڑے پاؤں کہا کہ آپ تیار ہو جائیں ۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے ، میں حاضر ہوں ۔ تب ان کو ہمت ہوئی ان کو ساتھ لانے کی ۔ یہاں تک تو ان کو باباجی کے اوپر باتیں کرنے کا موقع ملا ۔ کہتے ہیں ' سو سنار دی اک لوہار دی ' یعنی سو سنار کی ' ایک لوہار کی ۔ ان باتوں کے بعد میں نے باباجی سے پوچھا کہ آپ بتائیں آپ کو رستے میں گھٹنے کی درد نے پھر تکلیف تو نہیں دی ۔ انہوں نے کہا سارے رستے ہوئی ہی نہیں ۔ اس کو ہو تی رہی ہے ۔ اور اتنی ہوئی ہے کہ اس نے درد کے لئے تیل کی ایک بوتل ساتھ لی اور وہ کہیں جھنگ میں بھول گیا تو سارا رستہ روتا آیا کہ میری تیل کی بوتل رہ گئی ہے ۔

اللہ کی شان دیکھیں

جب خدا کے فضل سے انصار جوان ہونے کا ارادہ کرتے ہیں تو خدا کے فرشتے اوپر سے جوانی کا حکم دے دیتے ہیں کہ ہو جاؤ جوان ۔ اس لئے آپ اپنی ہمتیں جوان کریں ۔ آپ پر اللہ کے فضل نازل ہوں گے ۔ اور ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے گا ۔

کل شام میں نے کھانے کے موقع پر اپنے نہایت مختصر خطاب میں ایک واقعہ سے متعلق وعدہ کیا تھا کہ انشاء اللہ کل اس کے متعلق کچھ عرض کروں گا ۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ جہاں کہیں بھی ہم یورپ میں گئے ہیں خمینی صاحب ساتھ رہے ہیں ۔

(اس موقع پر ایک طرف سے کچھ آوازیں آئیں ۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ " کیا آواز ٹھیک نہیں آرہی " ؟ یہ بتانے پر کہ روشنی آنکھوں پر پڑ رہی ہے ۔ حضور نے فرمایا " یہ لائٹ کس کو تنگ کر رہی ہے ۔ مجھے یا اُن کو ؟ اُن کو کیسے تنگ کر رہی ہے وہ تو اور طرف بیٹھے ہوئے ہیں اور لائٹ اس طرف ہے ۔ " فرمایا " آپ لائٹ کا قصّہ چھوڑ دیں اور اس وقت آواز پر دھیان دیں " پھر فرمایا)

" بات یہ ہے کہ لائٹ کی مجبوری ہے ۔ باہر کی جو جماعتیں اور مجالس ہیں ان میں مرکز کی تمام تقاریب کو وڈیو ٹیپ ریکارڈنگ کے ذریعے دیکھنے کا بڑا رجحان پیدا ہوا ہے اور ان کا حق ہے کہ ان کے لئے فلمیں تیار کی جائیں ۔ اس کی اس لئے بھی شدید ضرورت ہے کہ اگر وڈیو کا استعمال اِن ذرائع میں نہ ہوا تو بچے گندی ، لغو اور بیہودہ فلمیں دیکھ کر خراب ہوتے ہیں ۔ لیکن جب ان کو ایسی تقاریب دکھائی جاتی ہیں تو اِن میں بھی نئے ولولے پیدا ہو جاتے ہیں اور ان کا مذاق درست ہو جاتا ہے ۔ اس لئے جماعت کی یہ اشد ضرورت ہے کہ نئی ایجادات کو خدمتِ دین کے لئے استعمال کیا جائے ۔ اس وجہ سے یہ لائٹ تو رکھنی پڑے گی ۔ اگر بعض دوستوں کو پوری طرح نظر نہیں آرہا تو مجبوری ہے ۔ کیا کیا جائے ۔ (اس

موقع پر محسوس ہوا کہ جنریٹر کے شور کی وجہ سے آواز ٹھیک نہیں پہنچ رہی۔ اس پر حضور نے مکرم ناظر صاحب اصلاح وارشاد کو توجہ دلائی کہ وہ انتظام کو ٹھیک کریں ۔ ناقل)

جہاں تک خمینی صاحب کا تعلق ہے

وہ ایک معزز قوم کے ایک معزز سردار ہیں۔ ان کی عزت اور احترام سب پر فرض ہے۔ جس حد تک ظاہری اخلاق اور معاملات کا تعلق ہے ہمیں ہر قومی سردار کی عزت کرنی چاہیئے۔ جہاں تک بعض کمزوریوں کا تعلق ہے وہ کس قوم میں نہیں ہوتیں۔ بعض لوگ کئی غلط فیصلے کر دیتے ہیں جن کے نتیجے میں بد اثرات پیدا ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ انہی بد اثرات کے نتیجے میں یورپ کی پریس کانفرنسوں میں ہر جگہ خمینی صاحب کا نام لیا گیا۔ سارے یورپ میں اور مغربی ممالک میں یہ بھیانک تصویر کھینچی جاتی کہ اس وقت انتہائی ظلم ہو رہا ہے، اتنا شدید ظلم ہو رہا ہے کہ گویا شاہ کے زمانے کے مظالم اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ اور یہ سارا ظلم اسلام کی طرف سے ہو رہا ہے جس کے نمائندہ اس وقت خمینی ہیں۔

یہ وہ پس منظر ہے جس میں یہ سوال کیا جاتا تھا اور مقصد ان کا یہ تھا کہ اگر ہم خمینی صاحب کے خلاف کوئی کلمہ بولیں تو سارے یورپ کے اخبار اس کو اُچھالیں اور کہیں کہ دیکھو! خمینی کو CONDEMN یعنی بدنام کیا جارہا ہے اور اگر ہم کچھ نہ کہیں تو سارا یورپ سمجھ لے کہ یہ بھی اسی قسم کا ایک اسلام ہے جو آج ہمارے پاس آگیا ہے۔ اور ہمیں اُس اسلام میں کوئی دلچسپی نہیں جو مظالم کی تعلیم دیتا ہو۔ یہ وہ مشکل رستہ تھا جس پر وہ مجھے کھینچ کر لانا چاہتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے اس کا مؤثر جواب دینے کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ جواب میں اس لئے بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اس میں بعض تبلیغی حکمتیں ہیں جن کا آپ کے سامنے کھول کر رکھنا ضروری ہے۔

اس کا ایک جواب

تو مَیں نے ان کو یہ دیا کہ جب آپ خمینی صاحب پر حملہ کرتے ہیں اور مظالم کی داستان کو اُچھالتے ہیں تو آپ یہ فرق نہیں کرتے کہ مُسلم قوم اور مُسلم لیڈر ایک اور چیز ہے اور اسلام ایک اور چیز۔ اسلام ایک مذہب کا نام ہے۔ اس کی ایک تعلیم ہے۔ اس کی طرف منسوب ہونے والے سارے کے سارے اس تعلیم پر ہر پہلو سے کاربند نہیں ہیں۔ اگر اسلام پر آپ نے حملہ کرنا ہے تو اسلام کی تعلیم کی رُو سے حملہ کریں۔ مجھے بتائیں کہ اسلامی تعلیم میں کہاں مظالم کی تلقین کی گئی ہے، کہاں بنی نوع انسان کے حقوق غصب کرنے کی تلقین کی گئی ہے؟ لیکن ایک مسلمان کے کردار کو سامنے رکھ کر جس کو خود آپ نے پینٹ کیا ہے، اور ہمیں پتہ نہیں کہ آپ کا بیان کس حد تک درست ہے اور کس حد تک غلط ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ اصل واقعات کیا ہیں، آپ مجھ سے فتویٰ چاہتے ہیں ان باتوں کے متعلق جن کی آپ نے یک طرفہ تصویر کھینچی ہے اور اسلام کی انصاف کے بارہ میں تعلیم مجھے اس بات سے منع کرتی ہے کہ مَیں یک طرفہ فتویٰ جاری کروں۔ لیکن اگر سو فیصدی تسلیم بھی کر لیا جائے کہ آپ کا بیان درست ہے، وہ

یت ظالم ہیں، انہوں نے اسلام کے نام پر حد سے زیادہ مظالم کئے ہیں، تب بھی آپ کو اعتراض کا کوئی حق نہیں۔ آپ اپنی تاریخ ُھلا کر کس طرح اعتراض کر سکتے ہیں۔

یورپ کی ایسی بھیانک تاریخ

ے کے سامنے کھُلی پڑی ہے کہ ایک ایک مُلک کی ایک ایک ملکہ نے اپنی تھوڑی سی زندگی کے دَور میں پانچ پانچ ہزار معصوم وں کو زندہ آگ میں جلوا دیا اس الزام پر کہ وہ جادوگری کرتی تھیں۔ یعنی ایسی عورتیں جن کے اوپر الزام تھے کہ یہ جادوگرنیاں ۔ اور وہ چیختی چلاتی انکار کرتی رہیں کہ جادوگری سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ ہمیں علم ہی نہیں کہ جادوگری ہوتی کیا ہے؟ ے کے باوجود انہیں جلا دیا گیا۔ مَیں صرف ایک ملکہ کا ذکر کرتا ہوں جو انگلستان کی ملکہ تھی۔ تاریخ نویس لکھتے ہیں کہ صرف اس زمانے میں پانچ ہزار عورتوں کو زندہ آگ میں جلایا گیا ہے اس الزام کے نتیجے میں کہ وہ جادُو گرنیاں تھیں۔ مَیں نے ان ہ کہا کہ سپین کی INQUISITION کی تاریخ آپ کے سامنے ہے۔ الزامات نتیجے میں عیسائی نے عیسائی پر ایسے ایسے دردناک ظلم کئے ہیں کہ اس تاریخ کے مطالعہ سے ہی انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آدمی پڑھتے پڑھتے پاگل ہونے والا ہو جاتا ہے کہ ب انسان کسی دوسرے انسان پر اتنے مظالم کر سکتا ہے؟ — پھر جرمنی کی تاریخ آپ کے سامنے پڑی ہے۔ تمام عیسائی مؤرخین سلیم کرتے ہیں کہ جرمنی کو تبلیغ کے ذریعے عیسائی بنانے کے لئے چرچ کی ساری کوششیں ناکام ہوگئیں اور اس قوم نے کلیۃً سائیت کو رَدّ کر دیا۔ تب ہم نے تلوار پکڑی اور تلوار کی کاٹ پر زبردستی ان کو عیسائی بنایا ہے۔ ایک جرمن بھی از خود عیسائی ں ہُوا۔ پس ساری جرمن قوم گواہ ہے کہ آپ نے تلوار کے زور سے ان کو زبردستی عیسائی بنایا ہے۔ آپ ایک خمینی پیش کر رہے ب۔ آپ کے گریبان میں تو ہزاروں خمینی شور مچا رہے ہیں۔ آپ اس گریبان کی آواز کو کیوں نہیں سُنتے۔ آپ کو صرف اسلام ایک خمینی نظر آ رہا ہے اور اس خمینی کی آواز پر آپ اسلام کو متّہم کر رہے ہیں۔ اس لئے آپ کو اعتراض کرنے کا کوئی ق نہیں۔

جب تفصیل کے ساتھ بیان کیا جاتا تھا تو ان کی گردنیں جُھک جاتی تھیں اور بلا استثناء ایک جگہ بھی ایسا نہیں ہُوا کسی پریس کانفرنس میں یا مجلس میں جہاں بڑے بڑے رؤسا اور صاحبِ فکر مدعو ہُوا کرتے تھے۔ یہ سوال کرنے والوں نے ر کوئی ایسا لفظ بولا ہو۔

جب مَیں دیکھتا تھا کہ ان کے سر جُھک گئے ہیں اور ان کے پاس کوئی جواب نہیں تو پھر مَیں اُن کو اصل مقصد کی طرف ا تھا۔ کیونکہ میرا مقصد یہ تو نہیں تھا کہ اسلام کی طرف سے محض ایک فتح کا اعلان کیا جائے۔ ہمارا مقصد تو دِل جیتنا ہے۔ ف احساسِ شکست دِلا دینا اور تذلیل کرنا نہیں۔ لیکن بعض دفعہ دل جیتنے سے پہلے تکبّر توڑے جاتے ہیں اور احساسِ شکست یا کرنا پڑتا ہے، جو فی ذاتہٖ مقصد نہیں ہے۔ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ کسی طرح وہ اس قابل ہو جائیں کہ ان کے ں تیار ہوں اور ہم اسلام کے لئے ان کو جیتیں۔ جب یہ قدم اُٹھ جاتا تھا اور ان کے دلوں کی زمین تیار ہو جاتی

بھی تب مَیں ان سے ایک اور بات کہتا تھا۔

مَیں اُن سے کہتا تھا

کہ آپ دیکھیں، اسلامی اخلاق اور آپ کے اخلاق میں کتنا بڑا فرق ہے۔ آپ کے پاس ایک خمینی آیا اور آپ نے شو
مچاتے مچاتے گلے پھاڑ لئے اور اس ایک خمینی کا انتقام آپ اسلام سے لے رہے ہیں۔ ہمارے پاس آپ کے ہزار ہا خمینی
ہیں لیکن ہم نے عیسائیت کے خلاف ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا۔ کیوں نہیں نکالا؟ اس لئے کہ اسلام ہمیں انصاف
تعلیم دیتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ جب وہ مظالم عیسائیت کے نام پر ہو رہے تھے تو عیسائیت کا ایک ذرّہ بھی قصور نہیں تھ
ان جاہلوں کا قصور تھا، ان تاریکی کے بچوں کا قصور تھا جنہوں نے خدا کے ایک پاک مذہب ۔ محبت کے مذہب کو اس قدر ذلیل
رُسوا کیا کہ اس محبّت کے نام پر مظالم کی ایک ایسی تعلیم دی اور مظالم کی تعلیم پر ایسا عمل کر کے دکھایا کہ ساری دُنیا کی بہیمانہ تار
بھی اس سے شرما جاتی ہے۔ لیکن ہم آپ کے مذہب کا دفاع کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں خبردار! عیسائیت کے خلاف ایک لفظ بھ
نہیں بولنا۔ یہ سچّا مذہب تھا۔ اللہ کا مذہب تھا۔ عیسائیت کا ایک ذرہ بھی اس میں قصور نہیں۔ ان ظالم لوگوں کا قصور ہے
جن کو حق نہیں تھا عیسائیت کی طرف منسوب ہونے کا، لیکن وہ منسوب ہوئے۔ مَیں نے کہا اسلامی اخلاق اور آپ کے اخلاق میں
یہ فرق ہے۔ ہم آپ کی زیادتی کے باوجود آپ کے دل مجروح نہیں کرنا چاہتے۔

جب ان کو یہ بات بتائی جاتی تھی تو اُن کے چہروں کی کیفیّت بالکل مختلف ہو جاتی تھی شکست کا جو احساس تھا و
طمانیت میں بدل جاتا تھا۔ وہ سمجھ جاتے تھے کہ یہاں عیسائیت پر کوئی حملہ نہیں ہوا۔ لیکن ساتھ ہی اسلام کی اعلیٰ اخلاقی تعلیم
برتری بھی از خود ان کے دلوں پر ظاہر ہو جاتی تھی۔

مَیں یہ واقعہ آپ کے سامنے اس لئے کھول کر رکھ رہا ہوں کہ طریقِ تبلیغ میں یہ ساری چیزیں ضروری ہیں۔ بعض دفعہ غیر
کا تقاضا ہوتا ہے کہ جوابی حملہ کیا جائے۔ اگر آپ محض کمزور دفاع پر یا ایک طرفہ دفاع پر رہیں تو آپ اپنے مقصد میں ہرگز کامیا
نہیں ہو سکتے۔

یہی طریق ہے جو حضرت اقدس .... نے ہمیں سکھایا۔ جب عیسائیوں نے اسلام پر اور سرورِ دو عالم حضر
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذاتِ پاک پر حملے کئے تو آپ نے اُن لوگوں کو اچھی طرح لتاڑا۔ غیرت کا تقاضا تھا کہ سخت
جواب دیا جائے اور ان کو بتایا جائے کہ ناپاک حملوں کے نتیجے میں کس طرح دل دُکھتے ہیں اور یہ بتایا جائے کہ تمہاری مثال
ایسی ہی ہے کہ

چھاج بولے سو بولے چھلنی کیا بولے

تم تو اسلام کی چھاج کے مقابل پر چھلنی کی طرح ہو۔ تم پر تمہاری اپنی زبان میں اتنے خوفناک الزام عائد کئے جا سکتے ہیں ک
جب تم ان کو پڑھو گے اور تمہارا دل زخمی ہو گا تب تمہیں سمجھ آئے گی کہ محمد مصطفیٰ ؐ کے غلاموں کا تم نے کس طرح دل دُکھایا

چنانچہ اسی طرزِ جہاد نے ہمیں روشنی عطا فرمائی۔ اب دیکھیں! آپ کے فن جہاد کا کتنا حیرت انگیز کمال ہے۔ عیسائیوں کے جواب میں آپ حضرت عیسیٰؑ پر تو حملہ کر نہیں سکتے تھے۔ حضرت مسیحؑ کو تو ایک پاک رسول سمجھتے تھے۔ اس لئے ایسا عمدہ اور پیارا طریق اختیار کیا کہ آپ بار بار مسیح کو بچاتے رہے اور مسیح کی پاکیزگی بھی بیان فرماتے رہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی بیان فرمایا کہ وہ مسیح جس پر ہم ایمان لاتے ہیں وہ تو قرآن والا مسیح ہے، جو نہایت پاکیزہ رسول، نہایت نیک، ہر لحاظ سے اچھا اور خدا کا برگزیدہ اور پیارا تھا۔ لیکن وہ مسیح جو تم پیش کر رہے ہو، وہ یسوع جو تم پیش کر رہے ہو، جس کو بائیبل خدا کا بیٹا کہتی ہے۔ جس کا ہمارے نزدیک کوئی وُجود نہیں، مگر تمہارے نزدیک وہ حقیقت ہے۔ تمہاری اپنی بائیبل کی زبان میں وہ ایسا تھا اور وہ ایسا تھا۔ کیسی شان کے ساتھ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کے لئے اپنی غیرت اور محبّت کا اظہار بھی فرما دیا۔ اور ساتھ ہی قرآن کا بھی دفاع کیا اور مسیح کا بھی دفاع کیا۔

یہ ہے جہاد کا وہ اسلوب

جو حضرت مسیح موعود .... نے ہمیں سکھایا ہے اور ہر میدان میں ہمیں اسی اسلوب کے ساتھ نکلنا پڑے گا۔ یہ وہ بنیادی، ہتھیار ہیں جن کے ساتھ لیس ہو کر جب مسلمان نکلتا ہے تو اُس کے لئے شکست کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

پھر آپ نے جس طرح دلجوئیاں فرمائیں وہ بھی ہمارا فرض ہے۔ حملے کا جواب حملے سے دینا اور محض دفاع تک محدود نہ رہنا، فن حرب میں انتہائی ضروری ہے۔

مجھے یاد ہے ہمیں بچپن میں ایک دفعہ قادیان میں گتکا دیکھنے کا موقع ملا، (گتکا تو خیر ہم کھیلا بھی کرتے تھے) گتکے کا مقابلہ دیکھنے کا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی .... کو بہت شوق تھا۔ آپ نے صحت کو برقرار رکھنے کی طرف بہت توجہ دلائی۔ مختلف ذرائع سے بتاتے رہتے تھے کہ گھوڑ سواری سیکھو، گتکا سیکھو اور مردانہ کھیلوں میں حصّہ لو۔ آپ نے قادیان میں گتکے کو بہت رواج دیا۔ ایک دفعہ حضور کو خیال آیا کہ یہ جو گتکے باز ہیں یہ صرف قانونی ایچ پیچ ہی ہیں یا واقعی ان کو دوسروں پر فضیلت بھی حاصل ہوجاتی ہے۔ چنانچہ آپ نے ایک مضبوط زمیندار جاٹ کو بلایا اور گتکے کے استاد کو بھی۔ اس کو آپ نے کہا کہ تم تو گتکا جانتے ہو، بڑے ماہر ہو، تم نے صرف دفاع کرنا ہے اور اس پہ جوابی حملہ نہیں کرنا۔ اس نے صرف حملہ کرنا ہے۔ آپ دونوں کا مقابلہ کرا کے دیکھتے ہیں کہ کون جیتتا ہے۔ اس جاٹ نے اندھوں کی طرح لاٹھیاں چلانی شروع کیں۔ اس نے دو روکیں، چار روکیں، پانچ روکیں۔ پھر کوئی لاٹھی اس کی ٹانگ پہ پڑی، کوئی پیٹ پہ پڑی، کوئی سر پہ آئی۔ لوگ ہنس پڑے کہ دیکھو جی! گتکے کا استاد بنا پھرتا ہے اور ایک جاٹ سے ہار گیا ہے۔ اس نے کہا حضور! بات یہ ہے کہ گتکے میں تو حملہ بھی ہوتا ہے اور دفاع بھی ہوتا ہے۔ اگر کسی کو صرف دفاع پر مجبور کیا جائے تو ناممکن ہے کہ وہ صحیح دفاع کر سکے۔ جب تک اگلے کو یہ خوف نہ ہو کہ مجھ پر بھی پڑے گی اس وقت تک اس کو مارنے کا سلیقہ بھی نہیں ہوتا۔ اور دفاع کے لئے تو ایک آدمی کے ہاتھ باندھے جاتے ہیں۔ تو تھوڑا سا گتکا اس طرح بھی کر دادیں کہ اس کو کہیں کہ تم پہ بھی پڑے گی۔ پھر میں دیکھوں گا کہ وہ

مارنے کے لئے بچتا بھی ہے کہ نہیں۔ خیر حضور ہنس پڑے۔ آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں تمہاری بات ٹھیک ہے۔

پس

مسلمانوں کے ساتھ پہلے یکطرفہ مقابلہ ہو رہا

ہے۔ حضرت مسیح موعود .... آئے اور آپ نے اسلوب بدلا۔ مسلمان بے چارے مجبور تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتے تھے اور وہ یکطرفہ حملے پر حملہ کرتے چلے جاتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم پر اور امہات المومنین پر نہایت خوفناک گند اچھالتے تھے اور مقابل پر مسلمان کیا کرتا تھا؟ اُٹھتا تھا اور چاقو مار دیتا تھا۔ اس طرح دنیا میں اور زیادہ ذلیل ہوتا تھا۔ لوگ کہتے تھے ان کے پاس کوئی دفاع نہیں ہے۔ سوائے چاقو کے اور کچھ نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود .... آئے اور مقابلے کے سارے رنگ بدل دیئے۔ آپ نے فرمایا مَیں بھی حملہ کروں گا اور زیادہ شان کے ساتھ حملہ کروں گا اور خدا کے شیروں کی طرح تم پر جھپٹوں گا۔ تم میرے آقا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر حملے کی جرأت کرتے ہو؟ کس طرح بچ کر بھاگو گے مجھ سے۔

پھر ایک اور عجیب منظر ہمارے سامنے آتا ہے۔ اسلام کا یہ عظیم الشان پہلوان جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَاء تو اس شان کے ساتھ اسلام کے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے اور امہات المومنین کے انتقام لے رہا تھا۔ اور پیچھے ایک شور پڑ گیا ان مسلمانوں کی طرف سے جن کے دفاع میں یہ پہلوان لڑ رہا تھا۔ انہوں نے کہا کہ تم عیسیٰ پر حملے کرتے ہو، تم فلاں نبی کی بے عزتی کرتے ہو؟ تمہارا کوئی تعلق نہیں اسلام کے ساتھ۔ یعنی اسلام کے لئے لڑنے والا اور اس شان کے ساتھ جنگ کو نئے اسلوب عطا کرنے والا، اس کی پشت محفوظ نہیں تھی۔ پیچھے سے اس پر حملے ہو رہے تھے۔ وہ مڑتا تھا اور چومکھی لڑائی لڑتا تھا۔ اُن کو بھی جواب دیتا تھا، سامنے والوں کو بھی جواب دیتا تھا۔ دائیں بھی لڑتا تھا اور بائیں بھی لڑتا تھا۔ ساری عمر حضرت مسیح موعود .... اسلام کے مجاہد کے طور پر زندہ رہے اور اسی حالت میں آپ نے جان دی۔

پس اس آقا کا نام لیتے ہیں تو اس کے رنگ بھی تو سیکھیں۔ بڑھاپا کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو مجاہدے کی راہ میں حائل ہو سکے۔ نبی آخری دم تک لڑتا ہے اور آخری دم تک یہ پیغام دیتا ہے اپنے ماننے والوں کو کہ

اسی اسلوب پر چلو گے

تو میرے ساتھ خدا کے وعدے پورے ہوں گے، ورنہ پورے نہیں ہوں گے۔ اس لئے تمام انصار کو یہ سوچ لینا چاہیئے کہ وہ مجاہدین اسلام ہیں اور حضرت مسیح موعود .... نے ہمارے لئے جہاد کے جو طریق بیان فرما دیئے ہیں اور ہمارے سامنے کھول دیئے ہیں ان کو چھوڑ کر ہم نے نہیں لڑنا، ان کے دائروں کے اندر رہ کر لڑنا ہے۔ پھر آپ دیکھیں، فتح و نصرت لازماً آپ کے قدم چومے گی اور اس کے سوا آپ کے مقدر میں کوئی اور چیز نہیں ہے۔

مَیں نے دیکھا ہے کہ بظاہر یہ چھوٹے چھوٹے گڑھی وہاں دَورے کے دوران میرے کام آئے ہیں۔ جہاں بھی غیروں

کے ساتھ اسلام کی طرف سے مقابلے ہوتے ہیں۔ حضرت اقدس .... کا سکھایا ہوا فنِ جنگ ہی تھا جو ہمیشہ میرے کام آیا۔

پس میں اپنے تجربے کے بعد آپ کو بتا رہا ہوں کہ دنیا میں کسی طرف سے بھی حملہ ہو جو فنونِ حرب حضرت مسیح موعود .... ہمیں سکھا گئے ہیں ان سے باہر نکلنے کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ اس چار دیواری کے اندر رہتے ہوئے ہم عظیم الشان فتوحات حاصل کر سکتے ہیں۔

دوسرا حصّہ

جس کی طرف میں آپ کو توجہ دلانی چاہتا ہوں وہ ان ذمّہ داریوں سے تعلّق رکھتا ہے جو مسجد بشارت (سپین) کے افتتاح کے بعد خصوصیت کے ساتھ ہم پر عائد ہوتی ہیں۔ میں نے پہلے بھی بیان کیا تھا کہ مسجد بشارت (سپین) کی تعمیر اور اس کا افتتاح ایک عام مسجد کی تعمیر اور ایک عام مسجد کا افتتاح نہیں ہے اور اگر یہی مقصود ہو تو اس کے کوئی بھی معنی نہیں ہیں۔ یعنی کسی جگہ ایک مسجد بنا دی جائے اور ساری دنیا میں اپنی فتح کے گیت گاتے پھریں کہ عظیم الشّان فتح ہوگئی، سپین فتح ہوگیا، اس سے بڑی بے وقوفی کوئی نہیں ہوگی۔ جنّت الحمقاء میں بسنا اسی کا نام ہے۔ مسجد کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ وہ پورے کرنے پڑیں گے۔ اور وہ عظیم الشّان تقاضے ہیں جو بے انتہا سمتوں میں پھیلے پڑے ہیں۔

مجھ سے سپین میں جب یہ سوال ہوا کہ اس مسجد کے بعد آپ اگلی مسجد کہاں بنائیں گے اور کب بنائیں گے؟ تو میں نے کہا آپ کو یہ فکر لگی ہوئی ہے۔ مگر مجھے تو یہ فکر ہے کہ اس مسجد کے لئے نمازی کہاں سے آئیں گے۔ میں انشاءاللہ تعالیٰ پہلے سپین میں نمازی پیدا کروں گا۔ جب یہ مسجد بھر جائے گی اور اس کی دیواریں پھٹنے والی ہوں گی۔ تب ہم اس کو بھی وسیع کریں گے اور نئی مسجدیں بھی بنائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

پس اسی پیغام کے تحت میں نے یورپ کی مجالس اور جماعتوں کے سامنے مختلف پروگرام رکھے اور آپ کے سامنے بھی رکھتا ہوں۔

سب سے اہم چیز یہ ہے

کہ جس قوم کو آپ نے مخاطب ہونا ہے، اس قوم کی زبان ہی اگر آپ کو نہ آتی ہو تو آپ مخاطب کس طرح ہوں گے۔ اس قوم کے کردار کا آپ نے مطالعہ نہ کیا ہو تو آپ کو کیا پتہ لگے گا کہ کس طرح اس قوم کے دل جیتے جا سکتے ہیں۔ اس کی تاریخ کا آپ کو علم ہونا چاہیئے۔ اس کے جغرافیائی حالات کا علم ہونا چاہیئے۔ سیاسی رجحانات کا آپ کو علم ہونا چاہیئے۔ اور اس ملک کی زبان پر مقدرت حاصل کرنے کے بعد آپ کو وہاں بکثرت مبلّغ بھیجنے چاہئیں۔ ایک یا دو یا تین مبلّغوں سے تو ملک فتح نہیں ہوا کرتے۔ آپ کو ایسی پلاننگ کرنی پڑے گی کہ سپین کے ہر حصّے میں مستقلاً رابطے کا انتظام ہو اور پھر اس زبان میں لٹریچر پیدا کیا جائے۔ اس زبان کی ضرورتوں کو صوتی آلوں کے ذریعے بھی پورا کیا جائے اور نشر و اشاعت کے ذریعے بھی پورا کیا

یہ سویڈن کے، یہ فرانس کے اور اسی طرح فلاں حصّہ انگلستان کے سپرد ہے تو سپین میں بہت جلد اسلام پھیل سکتا ہے۔ نقشے کے اُوپر معین کر دیا جائے کہ ہم آپ کو یہ قلعے دیتے ہیں، آپنے سَر کرنے ہیں۔ اور مقابلہ ہوگا کہ کونسا ملک پہلے وہاں اسلام کا جھنڈا گاڑتا ہے۔ یہ سارے واقفین مبلّغ وہ ہوں گے جو عارضی طور پر اور طوعی طور پر اپنے نام پیش کر رہے ہوں گے اور سلسلے پر ان کا کوئی بوجھ نہیں ہوگا۔

ان واقفین کی مدد کے لئے

یہ سکیم بنائی گئی ہے (یہ بھی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی کہ اس طرف میری توجہ کو پھیرا) کہ ہمارے سپین کے مبلّغ جو بہت اچھا بولنے والے ہیں اور خصوصاً ان کے بیٹے منصور احمد صاحب جو نہایت ہی پاکیزہ، شُستہ سپینش بولتے ہیں اور ان کے اندر خدمت کا بڑا جذبہ ہے، (ڈاکٹر ہیں لیکن طوعی طور پر اسلام کی خدمت کرنے کا بہت شوق رکھتے ہیں) ان کے سپرد یہ کام کر دیا جائے کہ جس طرح یہاں سوال وجواب کی کیسٹ ہوتی ہیں اسی طرح وہ اپنے تجربے کی روشنی میں سپین کے ماحول کے لئے پانچ یا چھ کیسٹ تیار کریں اور سپینش احمدی اور کچھ دوسرے سپینش دوست اکٹھے ہوں اور اس مجلس میں سوال وجواب ہوں اور مؤثر جواب ریکارڈ کر کے تمام یورپ کے مشنوں کو یہ کیسٹ بھجوا دی جائیں اور ان کے ساتھ ان کا لکھا ہوا ترجمہ بھی جائے۔ یہ جو واقفین عارضی جائیں گے ان کو زبان سیکھنے میں کچھ وقت لگے گا۔ اور ہماری حالت تو وہی ہے جو غالبؔ نے کہی۔ ؎

عاشقی صبر طلب، اور تمنّا بیتاب ؛ دل کا کیا رنگ کروں، خونِ جگر ہونے تک

کہاں ہم انتظار کریں

کہ یہ زبانیں سیکھیں تب وہاں تبلیغ ہو۔ اس لئے وہ اپنے ساتھ یہ کیسٹ لے جائیں اور کیسٹ کے شروع میں یہ آواز ریکارڈ ہو کہ ہم آپ کی زبان نہیں جانتے، مگر ہمارے دل میں آپ سے باتیں کرنے کے بڑے دلولے ہیں۔ اس لئے یہ کیسٹ ہیں۔ آپ ان کو سُنیں اور اگر آپ کے ذہن میں کوئی سوال پیدا ہو تو آپ ہمیں لکھ کر دیں یا کیسٹ میں ریکارڈ کروا دیں۔ ہم اپنے مبلّغ کو بھیجیں گے۔ ان کا پتہ یہ ہے اور آپ ان سے براہِ راست گفتگو بھی کر سکتے ہیں۔ پس مختلف موضوعات پر ہسپانوی زبان میں کیسٹ تیار ہوں، مسلمان بننے کے طریقے بتائے جائیں، مسلمان بننے کے بعد کی ذمہ داریاں بتائی جائیں۔ اسی طرح نماز پڑھنے کے طریقے، طہارت کے مسائل اور اسلامی معاشرے کے روزمرّہ کے مسائل پر مشتمل کیسٹ تیار ہوں اور ان واقفین کے پاس یہ کیسٹ موجود بھی ہوں تاکہ جب کوئی اسلام قبول کرے تو ساتھ ہی اس کو تربیّت کا تحفہ بھی پیش کر دیں کہ اب تم پوچھنا چاہو گے کہ اسلام کیا ہے اور اس پر کس طرح عمل ہوتا ہے؟ یہ کیسٹ سُن لو۔ اس میں اسلام کی ساری باتیں آگئی ہیں۔ اس طرح ہم بغیر کسی انتظار کے انشاء اللہ تعالیٰ وسیع پیمانے پر سپین کے ملک میں تبلیغ کر سکیں گے۔

جہاں تک دیگر دُنیا کا تعلق ہے

اس کے متعلق سپین کی مجلس شوریٰ میں سکیم طے ہوئی اور ایک ہدایت جاری کی گئی۔ اس پر کہاں تک عمل شروع ہو چکا ہے، اس

کا ابھی جائزہ لینا باقی ہے۔ آپ میں پھر تحریک جدید کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اس وقت جو صدر مجلس انصار اللہ ہیں وہی وکیل اعلیٰ تحریک جدید بھی ہیں۔ وہ سُن رہے ہیں۔ وہ نوٹ کریں گے۔ اور انشاء اللہ ذمہ داری کے ساتھ اس پر عمل درآمد کی کوشش کریں گے۔ وہ سکیم یہ ہے کہ "سو سالہ جوبلی" منانے سے پہلے ہمیں اللہ تعالیٰ کے حضور کچھ تحفے پیش کرنے چاہئیں۔ خالی نعرے تو خدا تعالیٰ قبول نہیں فرمائے گا۔ اس کے لئے تو ایسا عمل صالح چاہیئے جو ہماری "اللہ اکبر" کی آواز کو رفعت عطا کرے گا۔ یہ نکتہ قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے کہ تمہارے نیک ارادے اور بلند بانگ دعاوی (خواہ نیتیں بھی اچھی ہوں) اپنی ذات میں اڑنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ وہ زمین پر پڑے رہتے ہیں۔ کونسی چیز ان کو اٹھا کر خدا کے عرش تک پہنچاتی ہے؟ وہ تمہارے نیک اعمال ہیں۔ اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ

(فاطر ۳۵ آیت: ۱۱)

جب نیک اعمال کی قوت ان کو نصیب ہوتی ہے تو تم دیکھو گے کہ وہ عظیم الشان طریق پر اڑنا شروع کر دیں گے اور اتنی بلند پروازی اختیار کریں گے کہ وہ آسمان کے کنگروں تک جا پہنچیں گے۔ یہ ہے وہ مضمون جو قرآن کریم ہمیں سکھا رہا ہے اور بڑا سائنٹیفک مضمون ہے۔ جس طرح آپ ایک بہت اچھا جہاز بنا کے رکھ دیں اور اس میں پٹرول نہ ڈالیں تو وہ بیچارہ یونہی پڑا رہے گا۔ خواہ کتنی بھی اچھی صنعت ہو۔ جہاز میں اگر طاقت نہیں ہوگی تو وہ کس طرح اڑ سکے گا؟ تو اسلام سائنٹیفک مذہب ہے کہ مختلف حصّوں کی ضروریات کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے اور اپنی اپنی جگہ ہر ایک کی ضروریات کو تسلیم کرتا ہے۔ محض کہانیوں میں بسنے والا مذہب نہیں ہے۔

پس اسلام کی اس تعلیم کے پیشِ نظر اگرچہ نعرہ ہائے تکبیر بہت ہی پُر لطف چیز ہیں اور بلند ارادے اور دعاوی اور فتح کے خواب دیکھنا بھی بڑا ضروری ہے کیونکہ اسی کے نتیجے میں منصوبے بنتے ہیں۔ لیکن محض یہ چیزیں تو کافی نہیں۔ منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے خون کی ضرورت ہے۔ مگر وہ کونسا خون ہے جو ان منصوبوں میں بھرا جائے گا تو وہ زندہ ہوں گے؟ وہ آپ کے اعمالِ صالحہ کا خون ہے۔ جب تک آپ اعمال صالحہ کے خون سے ان نیک ارادوں کو نہیں بھرتے، یہ نیک ارادے زندہ نہیں ہوں گے اور خدا کے حضور قبول نہیں کئے جائیں گے۔

پس ہم

سو سالہ جشن، کس طرح منائیں؟

اور اپنے ربّ کے حضور کیا پیش کریں۔ بہت سی باتوں میں سے ایک یہ بات میرے پیش نظر ہے کہ ہم یہ عہد کریں کہ کم از کم سو ۱۰۰ ممالک میں تبلیغ کے ذریعے اسلام کا جھنڈا گاڑ دیں گے یعنی احمدیت کے ہر سال کے لئے ہم ایک نیا ملک فتح کر لیں گے۔ اس کے لئے بھی بہت بڑے منصوبے کی ضرورت ہے۔ اور بڑی تیزی کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت پڑے گی۔ بہت سے ایسے ممالک ہیں جہاں کی زبان ہمیں نہیں آتی۔ وہاں بھی کیسٹ کا طریقہ بڑی عمدگی کے ساتھ کام کر سکتا ہے۔ اس کے بعد لٹریچر

FOLLOW UP کرے گا۔ ہم انتظار بہرحال نہیں کر سکتے۔ زبان نہیں آتی تو بغیر زبان کے ہی جانا پڑے گا اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق کے مطابق جو ہتھیار میسر ہیں وہ لے کر نکلنا پڑے گا۔ خدا تعالیٰ یہ تو کہتا ہے کہ تم میری آواز پہ لبیک کہو اور جو کچھ ہے حاضر کر دو۔ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرہ آیت: ۴) ہے جس کی وہ ہم سے توقع رکھتا ہے۔ مگر توفیق سے بڑھ کر کی توقع ہم سے نہیں رکھتا۔ اس لئے جو کچھ میسر ہے اگر ہم اسے لے کر تبلیغ کے لئے نکل جائیں گے تو مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل آسمان سے نازل ہو گا اور ہر کمی کو پورا کر دے گا۔

اس سکیم کو اس طرح چلانا ہے کہ تمام ممالک کے سپرد کچھ اور ممالک کئے جائیں۔ جہاں جہاں جماعتیں قائم ہیں ان کو صرف یہ نہ کہا جائے کہ اپنے ملک میں جماعتیں بڑھائیں۔ بلکہ تحریک جدید کی طرف سے معیّن کر دیا جائے مثلاً مارشیس ہے۔ اسے کہا جائے کہ افریقہ کے کسی قریبی ملک میں جہاں وہ جا سکتے ہوں۔ وہاں انہوں نے احمدیت کا جھنڈا گاڑنا ہے۔ افریقہ کے ممالک جو دنیا کے کناروں پر ہیں اور جہاں احمدیت قائم ہے، وہ اندر کی طرف حرکت کر سکتے ہیں۔ شمال کی طرف کمی ہے تو وہاں جا سکتے ہیں۔ فرینچ سپیکنگ افریقہ (FRENCH SPEAKING AFRICA) یعنی فرانسیسی بولنے والے افریقی ممالک میں کمزوری ہے تو وہاں داخل ہو سکتے ہیں۔ اٹالین سپیکنگ افریقہ (ITALIAN SPEAKING AFRICA) یعنی اٹالین بولنے والے افریقی علاقوں میں کمی ہے تو وہاں وہ داخل ہو سکتے ہیں۔

اصولی اور عمومی منصوبہ بندی

کرنا تحریک جدید کا کام ہو گا۔ پھر تفصیلی منصوبہ وہ ملک تیار کرے گا۔ پھر وہ تحریک جدید کو بھیجے گا اور اس کو منظور کروانے کے بعد ایک اجتماعی مرکزی منصوبہ قائم کرے گا۔ اس سکیم کے تحت (سو سالہ جوبلی منانے کے لئے ہمارے پاس صرف پانچ چھ سال رہ گئے ہیں) اگر تین مہینے کے اندر اندر ہم چھلانگ مارنے کے لئے تیار ہو جائیں اور دعائیں کرتے رہیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے توقع ہے کہ ہر سال ہمیں نئے نئے پھل ملنے شروع ہو جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

اس سکیم میں پاکستان کا ایک حصہ دعا کا ہے۔ بڑی کثرت کے ساتھ دعائیں کریں اور بڑی باقاعدگی کے ساتھ دعائیں کریں۔ اتنا گہرا اثر ہوتا ہے دعا کا اور اتنا حیرت انگیز اور معجزانہ اثر ہوتا ہے کہ انسان تصوّر میں بھی نہیں لا سکتا۔

اس سفر کے دوران کئی لحاظ سے مجھ پر بہت بوجھ تھا۔ ایک کے بعد دوسری مجلس میں جانا پڑتا تھا اور خیالات کو مجتمع کرنے کا وقت ہی نہیں ملتا تھا۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ بڑے بڑے اہم خطابات کرنے کے لئے چند منٹ بھی میسّر نہیں آتے تھے۔ اِدھر ملاقاتیں ختم ہوئیں، اُدھر جا کر خطاب کیا۔

میرے پاس تو صرف یہی دعا کا حربہ تھا

اور میں سمجھتا تھا کہ یہ اتنا بڑا حربہ ہے کہ اس کے بعد مجھے فکر ہی نہیں رہتی تھی۔ میں دعا کرتا تھا کہ اللہ میاں! تیرے کام کے لئے نکلا ہوں۔ تُو نے ہی سکھانا ہے۔ میری اپنی حیثیت ہی کوئی نہیں۔ وقت ملتا بھی اور توفیق نہ ملتی تو بھی

کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ اس لئے اپنے فضل سے آپ ہی دماغ میں ڈال، آپ ہی جواب سکھا، آپ ہی مضمون روشن فرما اور توفیق عطا فرما کہ ایسی زبان میں ادا کروں کہ لوگ سمجھ سکیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کا فضل ہوا اور ایسی مجالس میں بھی جہاں بالکل اچانک خطاب کرنے کا موقع ملا، وہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے پاک تبدیلی نظر آئی۔

چنانچہ ایک ایسی ہی مجلس میں ایک انگریز آیا ہوا تھا۔ جو بالکل نیا تھا اور اس کو مذہب میں کوئی خاص دلچسپی بھی نہیں تھی۔ ایک دوست اسے پکڑ کر لے آئے۔ اس نے صرف ایک سوال کیا اور اس سوال کا جو جواب خدا نے مجھے سکھایا وہ میں نے دیدیا۔ چند دن ہوئے اس کا خط آیا ہے کہ میں نے ایک ہی سوال کیا تھا اور اس کے جواب سے میرے دل پر اتنا گہرا اثر پڑا ہے کہ مجھے جواب سنتے سنتے یہ یقین ہوگیا تھا کہ یہ سچے لوگ ہیں۔ اس لئے آپ میرے لئے دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے قبولِ حق کی توفیق عطا فرمائے۔

پس اصل چیز سچائی ہے۔ آپ کے جواب میں سچائی ہونی چاہئیے اور سچائی کی توفیق بھی دعا ہی سے ملتی ہے اور سچائی کے حقوق ادا کرنے کی توفیق بھی دعا ہی سے ملتی ہے۔

پس دعائیں کریں

اور کثرت کے ساتھ دعائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے سارے منصوبوں کو کامیاب فرمائے اور ان منصوبوں کی کمزوریوں کو دور فرمائے۔ نئی نئی راہیں ہم پر کھولے اور ان راہوں پر قدم مارنے کی توفیق بخشے۔ ہر فتح کی امید کو ایک حقیقی فتح میں تبدیل کردے۔ ہر فتح و نصرت کی خواب کو ایسی سچی تعبیر میں تبدیل کردے کہ دنیا بھی اس تعبیر کو دیکھنے لگے۔ صرف خواب بین کو وہ نظارہ نظر نہ آرہا ہو بلکہ دنیا کے سامنے وہ نظارہ نقشوں میں ابھرتا ہوا دکھائی دے رہا ہو۔

یہ وہ مقصد ہے جو دعاؤں کے ذریعے سے ہم نے حاصل کرنا ہے اور اگر دردمندانہ دعاؤں کے ساتھ پاکستان کی ساری جماعت کوشش کرے تو ہر ملک جو فتح ہوگا اس میں آپ کا حصہ شامل ہوجائے گا۔ یہ ٹھیک ہے کہ روپے پیسے کے ذریعے اب ہم مدد نہیں کر سکتے۔ یہاں کی سکیموں میں تو مدد کر سکتے ہیں اور کریں گے انشاء اللہ۔ مگر قانون ایسے ہیں کہ ہم اپنا روپیہ باہر نہیں بھجوا سکتے۔ پاکستان اور ہندوستان کے لئے جو پہلے مزے تھے اب وہ نہیں رہے کہ ساری دنیا کا بوجھ پہلے ہندوستان نے اٹھا رکھا تھا، پھر پاکستان نے اٹھا رکھا تھا۔ روپیہ باہر بھجوانے میں روکیں پیدا ہو رہی ہیں۔ لیکن کام کے رستے میں روکیں پیدا نہیں ہو رہیں۔ ہماری تمناؤں اور خواہشوں کے رستے میں روکیں ضرور پیدا ہوجاتی ہیں۔ جہاں تک کام کا تعلق ہے وہ تو جاری ہے۔ جتنا روپیہ ہم یہاں سے بھجواتے تھے۔ اس سے سینکڑوں گنا زیادہ روپیہ باہر سے ملنا شروع ہوگیا ہے۔ پس کام تو انشاء اللہ جاری رہیں گے۔ ہمیں صرف یہ خواہش ہوتی ہے کہ کاش! ہم اب بھی روپے کے ذریعے اسی طرح مدد کرتے جس طرح پہلے کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ یہ روکیں بھی دور فرمادے گا اور یہ بھی دعاؤں کے ذریعہ سے ہی ہوگا۔ انشاء اللہ۔

اختتامی خطاب اجتماع الفضل
7 نومبر 82 - خلیفۃ الرابع

جہاں تک پاکستان کی جماعت کا تعلق ہے۔

مَیں مجلس انصار اللہ کے سامنے خصوصیّت کے یہ پروگرام رکھتا ہوں (پہلے بحیثیت صدر مجلس انصار اللہ بھی یہ پروگرام آپ کے سامنے رکھا تھا) کہ ایک ایسے گاؤں میں احمدیّت کو قائم کرنے کی کوشش کریں جہاں پہلے احمدیت قائم نہیں ہے۔ اگر ہر مجلس ہر سال ایک نئے گاؤں میں احمدیّت نافذ کر دے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے چند سالوں کے اندر اندر اس مُلک کی فضا تبدیل ہو جائے گی۔

" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دشمن بھی منصوبے بناتا ہے اور مکر کرتا ہے۔ اور اللہ بھی منصوبے بناتا ہے اور ایک مکر کرتا ہے۔ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ (آل عمران آیت: ۵۵) اور اللہ کا مکر بہتر ہوتا ہے اپنی خوبیوں کے لحاظ سے بھی۔ اور انجام کار بھی وہی غالب آیا کرتا ہے۔ پس جتنا وہ مکر کر رہے ہیں آپ کو ذلیل اور رُسوا کرنے کے لئے اور مٹانے کے لئے اور آپ کی جڑیں اُکھاڑنے کے لئے، آپ بھی مقابل پہ مکر کریں اور وہ مکر کریں جو اللہ کا مکر ہوتا ہے۔ جو خَیْرُ الْمٰکِرِیْن کا مکر ہوتا ہے۔ دیکھتے دیکھتے اللہ کی تائید کے ساتھ یہ ساری بستیاں انشاء اللہ احمدی ہو جائیں گی۔ یہاں احمدیّت کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا۔ پس وہ جو ہمیں مٹانے کے خواہاں ہیں، یہ ان لوگوں کی خوابیں ہیں جو کبھی پُوری نہیں ہوں گی۔ وہی خواب پُوری ہوگی جو میرے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کی خواب تھی، جو آپ کے عاشق کامل حضرت ... (بانیٔ سلسلہ احمدیہ ۔ ناقل) کی خواب تھی۔ ساری دُنیا میں آنحضور صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کا جھنڈا گاڑا جائے گا۔ اور دشمن اِسلام کی ساری خوابیں ناکام جائیں گی، پوری نہیں ہوں گی، اور نامراد نکلیں گی اور ہر جگہ، ہر بستی، ہر قریہ میں حضرت (اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ ۔ ناقل) کا جھنڈا گاڑا جائے گا یعنی وہی جھنڈا جو درحقیقت حضرت محمّد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کا جھنڈا ہے۔ تمام دشمنانِ اسلام کی ہر خواب نامُراد جائے گی۔ اگر آپ دُعائیں کریں گے، اگر آپ احسن تدبیر سے کام لیں گے، اگر آپ برائی کا بدلہ حُسن واحسان سے دیں گے اور صبر سے کام لیں گے تو یہی ایک تقدیر ہے جو پُوری ہوتی ہے۔ اس کے سوا اور کوئی تقدیر نظر نہیں آتی۔ "

اس کے لئے منصوبہ بنائیں۔ اس کے لئے مجلس مرکزیہ سر جوڑ کے بیٹھے۔ اور معیّن دیہات تقسیم کرکے آپ کے ذمّے لگائیں۔ اور پھر ضلع وار مقابلے کروائیں اور دیکھیں کہ کون پہلے نئے نئے دیہات میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیّت یعنی حقیقی اسلام کا جھنڈا گاڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اَب تمام انصار بھائی کھڑے ہو کر عہد دُہرالیں۔ اس کے بعد دُعا ہوگی اور پھر انشاء اللہ تعالیٰ رخصت۔"

آخر میں حضور نے فرمایا :۔

"میں یہ اعلان کر دوں کہ

ایک تو حسبِ روایاتِ سابقہ کل (۸ر نومبر کو) تمام مرکزی دفاتر کے انصار کارکنان کو چھٹی ہوگی۔
دوسرے یہ کہ اب ہم ایک بجکر چند منٹ پر یہاں سے الگ ہوں گے۔ آپ کے کھانے کا یہاں انتظام ہے۔
اڑھائی بجے انشاء اللہ مسجد مبارک میں ظہر و عصر کی نمازیں جمع کی جائیں گی تاکہ جنہوں نے رخصت ہونا ہے وہ پہلے نماز پڑھ کر پھر سہولت کے ساتھ سفر پہ روانہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ جس طرح آپ یہاں سے خوشیاں سمیٹ کر جا رہے ہیں اسی طرح خوشیوں کے ساتھ ہی گھر پہنچیں بلکہ ان خوشیوں کو ہر لحاظ سے برکتیں ملیں اور آپ کی خوشی سے واپسی کی خبریں مل کر ہمارے دل بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ، اس کی حمد کے ساتھ اور اس کے شکر کے ساتھ بھر جائیں۔"

ہم دیوانے لوگ

جوشِ جنوں میں کہہ جاتے ہیں کیا کچھ ہم دیوانے لوگ
آپ ہماری بات نہ مانیں آپ تو ہیں فرزانے لوگ
بستی بستی پھیل چکے ہیں دنیا میں فرزانے لوگ
صحرا میں بھی کوئی نہیں ہے کدھر گئے دیوانے لوگ
وقت پڑے تو بن جاتے ہیں اپنے بھی بیگانے لوگ
کتنے انجانے لگتے ہیں یہ جانے پہچانے لوگ
کفر کا شربت بانٹ رہے ہیں ایمانوں کی بستی میں
لئے ہوئے ہیں ہاتھوں میں اپنے اپنے پیمانے لوگ
جوشِ جنوں میں جب بھی کسی مجنوں نے گریباں چاک کیا
جوشِ خرد میں آجاتے ہیں زنجیریں پہنانے لوگ
کس کو سلیم اپنا جانیں ہم اس دنیائے فانی میں
چاروں سمت نظر آتے ہیں سب جانے پہچانے لوگ

(جناب سلیم شاہجہانپوری صاحب نوابشاہ)

ہم دیوانے

یہ نظم مکرم و محترم جناب ثاقب زیروی صاحب نے حضور ایدہ اللہ کی موجودگی میں انصار اللہ کے سالانہ اجتماع ۱۹۸۲ء کے آخری اجلاس میں پیش فرمائی۔ (ادارہ)

دیوانے بھلا کب رُکتے ہیں رستے میں کھڑی دیواروں سے
ہم ہنستے کھیلتے گزریں گے طوفانوں سے منجدھاروں سے

صحراؤں کے تپتے سینوں پر ہیں ثبت ہمارے نقشِ قدم
گلزار بنا کر کھیلتے ہیں ہم جلتے ہوئے انگاروں سے

آنکھوں میں چھلکتے رہتے ہیں تسلیم و رضا کے میخانے
خود بڑھ کے گلے مل لیتے ہیں ہم چلتی ہوئی تلواروں سے

اُٹھے ہیں جو منزل کی جانب بڑھتے ہی چلے جائیں گے قدم
مرعُوب نہ ہوں گے دل والے حالات کی ان یلغاروں سے

بیمار تمدّن کو ہم نے بخشی ہے نئی اک تاب و تواں
دُنیا کو محبت کرنا بھی سکھلایا ہے غم کے ماروں سے

صدیوں کے پُرانے خوابوں کو ہم نے زندہ تعبیریں دیں
خوابیدہ فضائیں جاگ اٹھیں اُبھری جو اذاں میناروں سے

افلاک پہ رُوحِ ناصرِ دیں جھُوم اٹھی فرطِ مسرّت سے
جب آئی نوید فتح و ظفر اسپین کے لالہ زاروں سے

دل تو ہیں وہ نازک آئینہ، جو بارِ سُخن بھی سہہ نہ سکے
فرمائیں نہ بس تکلیف کرم، کہہ دے یہ کوئی غم خواروں سے

جس دَر کے گداؤں کے آگے فغفور زمانہ جھکتے ہوں
اس دَر کے گدا کو کیا لینا اس دُنیا کے درباروں سے

ثاقبؔ یہ کرم بھی کیا کم ہے ناصر جو لیا طاہر بخشا
ورنہ دیوانے مَر جاتے سَر ٹکرا کر دیواروں سے

نذرانۂ عقیدت بحضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم

از مکرم محمد اسلم صاحب صابرؔ ایم اے ۔ پروفیسر تعلیم الاسلام کالج ربوہ

عشقِ رسولِ ہاشمی دل میں ہے جاگزیں
سیرت ہے بےمثال تو صورت بھی ہے حسین

تفسیرِ والضحیٰ ہے اور واللیل کی دلیل
چہرہ وہ تابناک اور وہ زلفِ عنبریں

اے راہ نوردِ منزلِ عشقِ محمدیؐ
دیکھا تو ہوگا نقشِ پا میرا کہیں کہیں

پہلو میں ڈھونڈتے ہو میرے دلِ زار کو
مدّت ہوئی وہ لے گیا اِک صادق و امیں

اس کا وجود غایتِ تخلیقِ کائنات
اس کا ظہور باعثِ تزئینِ عالمیں

سب انبیاء ہی قابلِ صد احترام ہیں
سب سے بلند ہے مگر وہ ختمِ مرسلیں

طٰہٰ ہے جس کا لقب اور یٰسین ہے خطاب
وہ صاحبِ لولاکؐ ہے دل میں مرے مکیں

عشقِ رسولِ ہاشمی دِل سے نکال دو!
خنجر چلا کے کہتے ہیں یہ عاشقانِ دیں

چھوڑیں گے ہم نہ مر کے بھی دامن حضور کا
پُرکیف اُن کی یاد ہے اور وجد آفریں

یارو ہمیں تو گنبدِ خضراء سے پیار ہے
سرمہ ہے مری آنکھ کا یثرب کی سرزمیں

کعبہ سے مجھکو روک کر اُن کو ملے گا کیا
یوں ناخنوں سے گوشت بھی ہوتا جُدا نہیں

لوگو فقیہہ شہر نے کافر دیا قرار
اِس کفر پر نثار کروں میں ہزار دیں

اَے سیدِ کونین ہم نازاں ہیں آپ پر
ہم ہیں گنہگار تُو شفیعِ مذنبیں

صابرؔ رسولِ پاکؐ کے ذکرِ جمیل پر
صلّ علیٰ کہے نہ جو ہرگز زباں نہیں

مسجد "بشارت" کے افتتاح پر

مکرم جناب آفتاب احمد صاحب بسمل ـ کراچی

صد شکر کہ اسپین میں مسجد ہوئی تعمیر　　پھر گونجا ہے اُس مُلک میں اب نعرۂ تکبیر
طارق نے کیا تھا جسے تسخیر بشمشیر　　طاہر وہاں پہنچے لئے قرآں کی تنویر
صدیوں سے فضا جس کی تھی محروم اذاں سے
صد شکر کہ گونجی اذاں آج وہاں سے

اسپین جو اسلام کی عظمت کا امیں تھا　　تہذیب و تمدّن کا جو اِک عکس حسیں تھا
انگشتریٔ علم کا رخشندہ نگیں تھا　　اس عہد میں جس کا کہ کوئی ثانی نہیں تھا
جس نے دیئے یورپ کو معارف کے خزانے
دُنیا میں کیا جس کو سرفراز خدا نے

اسپین جو صدیوں رہا گہوارۂ اسلام　　دُنیا کو دیا جس نے سدا امن کا پیغام
غدّاروں کے ہاتھوں وہ مگر ہو گیا ناکام　　حتّٰی کہ مسلمان کا باقی نہ رہا نام
نا اہل سے جاتی رہی صدیوں کی حکومت
اُس مُلک سے اسلام بالآخر ہُوا رخصت

لیکن یہ خدائے دوجہاں کا تھا نوشتہ　　اسپین میں پھر اونچا ہُوا اسلام کا جھنڈا
اللہ کرم اپنے سے پھر وقت وہ لایا　　اور حضرت محمود کو منصوبہ سمجھایا
تحریک جدید آپ کے ہاتھوں ہوئی جاری
سب دُنیا میں تبلیغ کی یہ پہلی بنا تھی

یورپ کے ممالک میں ہُوا دین کا چرچا　　اللہ کے کرم سے ظفر ہسپانیہ پہنچا
پینتیس برس بعد صلہ اُس نے یہ پایا　　مسجد کے لئے مل گیا اک قطعہ زمیں کا
یہ حضرت ناصر کی دُعاؤں کا اثر تھا
مہدیؑ کی جماعت کی مساعی کا ثمر تھا

ہے قرطبہ کی سرزمین بھی قابلِ توقیر　　ماضی میں جہاں مسجدِ عالی ہوئی تعمیر
اَب پیدرو آباد سے گونجی ہے جو تکبیر　　یورپ کو نظر آئے گی اسلام کی تصویر
تثلیث کے گڑھ میں گڑے توحید کا پرچم
احمد کی جماعت کی ہے یہ کوشش پیہم

مسجد ہے یہ وہ جس کو ملی خاص سعادت　　ہر مرحلہ تعمیر کا تھا ایک کرامت
نام اس کو دیا حضرت ناصر نے "بشارت"　　بنیاد رکھی اس کی بصد عجز و انابت
لیکن نہیں تقدیر کے آگے کوئی چارہ
رخصت ہُوا دو سال میں محبوب ہمارا

اللہ کی مشیت تھی کہ رخصت ہوئے ناصر　　دستارِ خلافت ہوئی زیبِ سرِ طاہر
اور مسجد اسپین کی تقریب کی خاطر　　خود حضرت طاہر وہاں جا پہنچے بالآخر
بسمل کی دُعا ہے رہے معمور یہ مسجد
دائم رہے قائم رہے پُر نور یہ مسجد

تبصرہ

"مسیحِ دوراں"

حضرت اقدس کی سیرت پر تازہ تصنیف جس کا پہلا ایڈیشن ایک ماہ کے اندر ختم ہوگیا۔ دوسرے ایڈیشن میں املاء کی غلطیوں کی اصلاح بھی کر دی گئی ہے — خود بھی مطالعہ کیجئے۔ اپنے بچوں کو مطالعہ کے لئے دیجئے۔ غیر از جماعت احباب میں تقسیم کیجئے۔ کتاب اصلاح و ارشاد اور تربیت دونوں اغراض کو پورا کرتی ہے۔ جلسہ کے موقع پر ربوہ کے ہر کتب فروش سے مل سکے گی۔ (ادارہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کا دورۂ مغرب ۱۹۸۲ء

مکرم محترم مسعود احمد صاحب دہلوی ایڈیٹر روزنامہ الفضل جو حضور کے اس تاریخی دورہ میں ساتھ رہے کا مقالہ جو انہوں نے سالانہ اجتماع انصار اللہ ۱۹۸۲ء پر پیش کیا

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اپنے عہدِ خلافت کا پہلا دورۂ یورپ ۳۰ جولائی سے ۱۱ اکتوبر ۱۹۸۲ء تک جاری رہا۔ یہ اپنے دُوررس نتائج اور انقلاب انگیز اثرات کے لحاظ سے ایک تاریخ ساز دورہ تھا۔ اس دورہ میں حضور نو ممالک یعنی ناروے، سویڈن، ڈنمارک، مغربی جرمنی، آسٹریا، سوئٹزرلینڈ، ہالینڈ، سپین اور انگلستان میں تشریف لے گئے۔ اس تاریخ ساز دورہ کے نتیجہ میں ان ملکوں کی جماعت ہائے احمدیہ اور اُن کے مخلص و فدائی احباب میں ایک نئی بیداری اور قربانی و ایثار کی ایک نئی رُوح پیدا ہوئی۔ پھر یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ دورہ اِن ملکوں میں اسلام کے حق میں ایک نئی رَو چلانے کا موجب بنا۔ اگرچہ حضور کا یہ دورہ یورپ کے صرف نو ملکوں تک محدود تھا لیکن اس کے انقلاب انگیز اثرات کی تشہیر مشرق و مغرب کے بیشتر ممالک اور بالخصوص مشرقِ وسطیٰ کے ملکوں میں اس قدر وسیع پیمانہ پر ہوئی کہ گویا ساری دُنیا میں ایک دھوم مچ گئی۔ یہ سب کچھ اُس صادق الوعد خدائے قادر و توانا کی مدد سے ہُوا جس نے اسلام کے ساری دُنیا میں غالب آنے کی پہلے سے بشارتیں دے رکھی ہیں۔

حضور نے اپنے اس تاریخ ساز دورہ میں قرطبہ کے نواح میں ساڑھے سات سو سال بعد تعمیر ہونے والی سپین کی پہلی مسجد میں جمعہ کی افتتاحی نماز پڑھانے کے علاوہ برطانیہ میں جلنگھم اور کرائیڈن کے مقامات پر دو نئے احمدیہ مشنوں کا افتتاح فرمایا۔ اس طرح برطانیہ میں احمدیہ مشنوں کی تعداد بفضل اللہ تعالیٰ آٹھ ہوگئی۔ حضور نے مجموعی طور پر ۱۸ پریس کانفرنسوں سے خطاب فرمایا۔ متعدد صحافیوں نیز ریڈیو اور ٹیلیویژن کے نمائندوں کو تفصیلی انٹرویو دیئے۔ ایک درجن کے قریب استقبالیہ تقاریب میں شرکت فرما کر علومِ جدیدہ کے ماہروں، نامور دانشوروں، یونیورسٹیوں کے پروفیسروں، اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے نوجوانوں، عیسائی پادریوں، انتظامیہ کے سربراہوں، متعدد ممالک کے سفارتی نمائندوں اور دیگر سربرآوردہ لوگوں سے تبادلۂ خیالات فرمایا اور اُن پر اسلام کی صداقت کو اس طرح آشکار کیا کہ وہ غیر معمولی رنگ میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ سوال و جواب کی شکل میں منعقد ہونے اور گھنٹوں جاری رہنے والی دو درجن سے زائد مجالسِ عرفان میں علوم و معارف کے خزانے لُٹائے۔ زیورک میں ایک معرکہ آراء پبلک لیکچر کے ذریعہ خدائی انذار کے مطابق مستقبل قریب میں کرۂ ارض پر آنے والی ہولناک تباہی سے اہلِ یورپ کو ایک دفعہ پھر خبردار کیا اور رجوع الی اللہ کی شکل میں اس سے بچنے کی حقیقی راہ سے آگاہ فرمایا۔ مختلف شہروں کے آٹھ میئروں یا ڈپٹی میئروں نے حضور کے

اعزاز میں استقبالیئے دیئے۔ یا انہوں نے جماعتوں کی طرف سے دیئے گئے استقبالیوں میں شریک ہوکر حضور کو خوش آمدید کہا۔ اور گلہائے عقیدت نچھاور کئے۔

جیساکہ آپ سب جانتے ہیں اس دورہ میں ظہور پذیر ہونے والا سب سے اہم اور انقلاب انگیز واقعہ جس نے دنیا کو چونکا کر رکھ دیا سپین کی سرزمین میں مسجد بشارت کا تاریخ ساز افتتاح تھا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں جس غیر معمولی رنگ میں موسلا دھار بارش کی طرح برسیں آپ اُن کا کچھ حال الفضل میں پڑھنے کے علاوہ ان کی بعض ایمان افروز تفاصیل خود حضور ایدہ اللہ کی زبانِ فیض ترجمان سے سُن چکے ہیں۔ میں تفصیلات میں جائے بغیر صرف ایک نشان کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو اس مبارک موقع پر نہایت شان سے ظاہر ہوا۔ سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنے دعوئ ماموریت کے وقت یہ بشارت بھی دی تھی کہ :-

"وہ وقت دُور نہیں بلکہ بہت قریب ہے جب تم فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اُترتی اور ایشیا اور یورپ اور امریکہ کے دلوں پر نازل ہوتی دیکھو گے۔ سو تم اس نشان کے منتظر رہو"

سو ذاتی مشاہدہ کی بناء پر بتاتا میں یہ چاہتا ہوں کہ مسجد بشارت سپین کے افتتاح کے موقع پر میں نے فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اُترتی اور اہلِ سپین کے دلوں پر نازل ہوتی بچشمِ خود دیکھیں۔ آسمان سے اُترنے والے یہ فوج در فوج فرشتے ہی تھے جنہوں نے اہلِ سپین کے دلوں پر نازل ہوکر ایسا تصرّف کیا کہ اُن کے دل حق کی طرف مائل ہوئے بغیر نہ رہے۔ وہ صدیوں پرانی دشمنی اور دِلوں کی تہہ میں بیٹھی ہوئی عداوت کو خیر باد کہہ کر افتتاحی تقریب میں جوق در جوق کھنچے چلے آئے۔ فوج در فوج فرشتوں اور جوق در جوق آنے والے ہسپانوی باشندوں کے اجتماع سے ایک ایسا پُر کیف سماں بندھا کہ اس کی اصل کیفیت کو بیان کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ نہ الفاظ کی حلاوت اس کا صحیح نقشہ کھینچنے پر قادر ہو سکتی ہے نہ زبان کی طلاقت۔ ہاں اس تعلق میں مَیں سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ایک شعر ضرور سُنا سکتا ہوں۔ اس شعر کی روشنی میں اُس پُرکیف منظر کو آپ میں سے ہر ایک چشمِ تصور سے خود دیکھ سکتا ہے۔ حضور کا وہ شعر اپنے صادق الوعد ربّ العباد کے حضور ایک دردمندانہ دُعا کی شکل میں ہے۔ آپ اپنے مولیٰ کے حضور دردمندانہ التجائیں پیش کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں :- ؎

اَے مرے پیارے فدا ہو تجھ پہ ہر ذرّہ مرا ⁂ پھیر دے میری طرف اَے سارباں جگ کی مہار

مسجد کے افتتاح کے روز واقعی یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس قادر و توانا ساربان نے پیدرو آباد کے اُس قطعہ زمین پر جس پر مسجد بشارت کی تعمیر عمل میں آئی ہے۔ جگ کی مہار حضور کی طرف پھیر دی ہے۔ وہی لوگ جن کے آباء و اجداد نے آج سے پانچ صد سو سال قبل سپین میں مسلمانوں کا صفایا کرکے وہاں سے بظاہر اسلام کا نام و نشان مٹا ڈالا تھا اُس روز مسجد بشارت کی طرف سیل رواں کی طرح یوں کھنچے چلے آرہے تھے کہ گویا وہ خود نہیں آرہے۔ بلکہ کوئی غیبی طاقت ہے جو انہیں

اِس سمت میں لئے چلی آرہی ہے۔ وہ غیبی طاقت آسمان سے نازل ہونے والے غیر مرئی فرشتوں کی تھی جو خدائی حکم کی تعمیل میں اُن کے دلوں میں اشتعالِ شوق پیدا کر کے اُنہیں مسجد بشارت کی طرف کھنچے چلے آنے پر اُبھار رہی تھی۔ اور وہ عجیب ذوق و شوق کے عالم میں اُس طرف بڑھے چلے آرہے تھے۔ اور اس طرح نزولِ ملائکہ کی شکل میں مہتم بالشان نشان کے ظہور پر مہرِ تصدیق ثبت کر رہے تھے۔

پھر سپین میں ہی نہیں باقی یورپ میں بھی منعقد ہونے والی استقبالیہ تقاریب میں وہاں کے سربرآوردہ اصل باشندے حضور کی زیارت کرنے اور حضور کے ارشادات سے مستفیض ہونے کے لئے اس قدر کثیر تعداد میں آئے کہ اتنی کثیر تعداد میں اس سے پہلے بہت کم مواقع پر دیکھنے میں آئے تھے۔ درجنوں پریس کانفرنسوں، استقبالیہ تقریبوں اور تقریروں کی تفاصیل بیان کرنا مختصر وقت میں ممکن نہیں ہے۔ مُشتے نمونہ از خروارے کے طور پر مَیں صرف دو مثالیں پیش کرنے پر اکتفا کروں گا۔

حضور سکاٹ لینڈ اور یارک شائر کے متعدد شہروں کا دَورہ مکمل کرنے کے بعد لندن واپس جاتے ہوئے ۲۶ ستمبر کو برطانیہ کے دوسرے بڑے شہر برمنگھم میں ورود فرما ہوئے۔ وہاں کے احمدیہ مشن نے سٹرینتھ ایلین ہوٹل میں حضور کے اعزاز میں ایک استقبالیہ تقریب کا اہتمام کیا۔ اس تقریب میں بہت سے ایشیائی اور افریقی اصحاب کے علاوہ پچاس کے قریب انگریز دانشور بھی آئے ہوئے تھے۔ رسمی تعارف کے بعد سوال و جواب کا نہایت دلچسپ سلسلہ چل نکلا۔ حضور نے بائبل کے حوالوں سے اور زمانہ حال کی جدید تحقیق کی رُو سے صلیب پر سے مسیح علیہ السّلام کے زندہ اُترنے اور بعد ازاں پیش آنے والے واقعات پر اس قدر مدلّل اور موثّر انداز میں روشنی ڈالی اور اس کے مختلف پہلوؤں کو ایسے دلنشین پیرائے میں واضح فرمایا کہ سامعین کی دلچسپی بڑھتی چلی گئی۔ وہ سوال پر سوال پوچھتے اور حضور ہر سوال کا بہت عالمانہ رنگ میں جواب دیتے رہے۔ جب سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوئے دو گھنٹے گزر گئے تو حضور نے اس خیال سے کہ وقت بہت ہوگیا ہے فرمایا جو اصحاب تکان یا اُکتاہٹ کی وجہ سے یا اپنی کسی اَور مصروفیت کی وجہ سے جانا چاہتے ہوں وہ بخوشی جا سکتے ہیں، جہاں تک میرا تعلق ہے مَیں نہ تھکا ہوں نہ میرے تھکنے کا سوال پیدا ہوگا، اگر ایک آدمی بھی بیٹھا رہے گا تو مَیں اس کے سوالوں کا جواب دیتا رہوں گا خواہ مجھے کتنے ہی گھنٹے اور یہاں ٹھہرنا پڑے۔ اِس اعلان کے باوجود کوئی ایک شخص بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا اور سوال و جواب کا سلسلہ زور شور سے جاری رہا۔

اِسی دوران میں ایک انگریز نے کہا بعض ایشیائی ملکوں میں آپ کی جماعت کے خلاف تشدّد روا رکھا جاتا ہے مَیں سمجھتا ہوں یورپ کے بارہ میں تو آپ کوئی ایسی شکایت نہیں ہوگی؟ حضور نے فرمایا یہ صحیح ہے کہ بعض ممالک میں ہم پر تشدّد کیا جاتا ہے۔ لیکن ہم اس پر شاکی نہیں ہیں۔ خدائی جماعتیں ابتداء ہی سے ایسے حالات میں سے گزرتی رہی ہیں۔ خود مسیح علیہ السّلام اور ابتدائی مسیحیوں کو تشدد کا نشانہ بننا پڑا۔ خدا تعالیٰ کی ہر تقدیر پر راضی رہنا ہمارا شیوہ ہے۔ ہمارا یہ تجربہ ہے کہ دُنیا کے جس حصّہ میں بھی ہم پر تشدّد روا رکھا جاتا ہے وہاں ہماری ترقی کی رفتار بہت بڑھ جاتی ہے۔ لوگ پہلے سے زیادہ تعداد میں جماعت احمدیہ میں داخل ہونے لگتے ہیں۔ رہا یورپ کا معاملہ۔ سو اگر یہاں کے لوگ بھی تشدّد روا رکھنا چاہیں تو وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ اگر انہوں

نے بھی یہ روش اختیار کی اور کوئی بعید نہیں کہ آگے چل کر وہ تشدد پر اُتر بھی آئیں تو میں پہلے سے بتا دیتا ہوں کہ اس کے نتیجہ میں یورپ میں احمدیت زور شور سے پھیلنی شروع ہو جائے گی۔ اگر وہ ایسا کرنا چاہیں تو انہیں کون روک سکتا ہے۔ لیکن اس کے نتیجہ میں یہاں احمدیت کو جو فروغ حاصل ہو گا اُسے بھی کوئی نہیں روک سکے گا۔ اس دلیرانہ جواب پر انگریز اور دوسرے سامعین جھوم اُٹھے اور انہوں نے اظہارِ تحسین کے طور پر خوب زور زور سے تالیاں بجائیں۔

سوال و جواب کا سلسلہ ابھی جاری تھا کہ حضور نے پھر اعلان فرمایا کہ جو اصحاب جانا چاہتے ہیں وہ جا سکتے ہیں۔ اس پر بھی کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ بالآخر تقریب شروع ہوئے جب تین گھنٹے گزر گئے تو ہوٹل کے ایک افسر نے آکر آہستہ سے عرض کیا کہ یہ جگہ تین گھنٹے کے لئے ریزرو کرائی گئی تھی۔ اَب اس جگہ ایک دوسری پارٹی کا اہتمام کرنا ہے ہم آپ کے ازحد ممنون ہوں گے اگر آپ اس تقریب کو ختم فرما دیں۔ حضور نے حاضرین کو مخاطب کر کے انہیں اس صورتِ حال سے آگاہ کیا اور فرمایا اب یہ مجبوری آپڑی ہے اس لئے بادلِ ناخواستہ ہمیں یہ تقریب اَب ختم کرنا ہی پڑے گی۔ ویسے جہاں تک میرا تعلق ہے میں تھکا نہیں۔ اور آپ کے سوالات کے جواب دینے کے لئے اَب بھی تازہ دم ہوں۔ اس پر تمام حاضرین اپنی اپنی جگہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اظہارِ تحسین کے طور پر تالیاں بجانا شروع کر دیں۔ وہ حضور کے نہایت پُرمغز اور مدلّل ارشادات سے اس درجہ متاثر تھے کہ دو منٹ تک کھڑے مسلسل تالیاں بجاتے رہے حتیٰ کہ انگریزی محاورہ کی رُو سے STANDING OVATION یعنی بے اختیار کھڑے ہو کر تحسین و آفرین کے اس والہانہ اظہار پر ہی اس تقریب کا اختتام ہوا۔

ایسی ہی ایمان افروز و دل آویز کیفیت اُس وقت رونما ہوئی جب حضور ۵ر اکتوبر کو لندن سے جلنگھم تشریف لے گئے۔ اس موقع پر احمدیہ مشن جلنگھم نے "چیٹ ہم" کے کونسل ہال میں ایک استقبالیہ دعوت کا اہتمام کیا۔ اس میں جلنگھم شہر اور روچسٹر شہر کے میئر صاحبان نے علاوہ ہر دو ملحقہ شہروں اور کاونٹیز کے ڈیڑھ صد کے قریب انگریز کونسلروں، علاقہ کے ممبر پارلیمنٹ اور انتظامیہ کے افسران نے شرکت کی۔ پہلے ان سب معزز مہمانوں کا جو ہال کے اندر چاروں طرف دیوار کے ساتھ ساتھ ایستادہ تھے حضور سے تعارف کرایا گیا۔ بعد ازاں حضور اس ہال میں صدر جگہ پر رونق افروز ہوئے کہ حضور کے دائیں طرف جلنگھم کے میئر کونسلر البرٹ سپیلز اور بائیں طرف روچسٹر کے میئر کونسلر باری ہیک اپنے اپنے آفیشل لباس میں تشریف فرما تھے۔ مرکزی میز پر انگلستان کے مبلغ انچارج محترم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب کے علاوہ ملحقہ کاؤنٹیز کی کونسلز کے چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین بھی بیٹھے تھے۔ پہلے ہر دو میئر صاحبان نے باری باری مختصر تقاریر میں حضور کی تشریف آوری پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے حضور کو بہت پُرتپاک طریق پر خوش آمدید کہا۔ انہوں نے بطورِ خاص اس امر کا ذکر کیا کہ اُن کی کاؤنٹیز میں مختلف قوموں اور نسلوں کے افراد کے درمیان باہمی اتحاد اور بھائی چارہ کی نہایت خوشکن فضا پائی جاتی ہے اور وہ ایک ہی قوم کے طور پر باہم گھل مل کر رہ رہے ہیں۔ روچسٹر کے میئر موصوف نے تو اپنی تقریر میں یہ بھی کہا کہ آج کی تقریب بذاتِ خود نسلی اتحاد اور بھائی چارہ کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔ ان تقاریر کے جواب میں حضور نے ایک معرکہ آراء تقریر ارشاد فرمائی۔ حضور

نے ہر دو میئر صاحبان، جملہ معزز مہمانوں اور ہر دو شہروں کے باشندوں کا شکریہ ادا کرنے کے بعد اُن کے درمیان پائے جانے والے اتّحاد اور بھائی چارہ کی فضا کو سراہا اَور اسے از حد قابلِ ستائش قرار دیا اور پھر اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی کہ بھائی چارہ اور اتّحاد کی فضا کیسے قائم ہوتی ہے۔ حضور نے فرمایا اتّحاد و یکجہتی کی یہ فضا باہمی محبّت اور احترام کے جذبہ کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ اسی لئے اسلام نے انسانوں کے مابین باہمی محبّت و اخوّت پر بہت زور دیا ہے۔ جماعتِ احمدیّہ کا مشن اسلام کے محبّت و اخوّت کے اس پیغام کو ساری دُنیا میں عام کرنا ہے۔ اور یہی پیغام لے کر ہم آپ کے پاس بھی آئے ہیں۔ اِس امر کا ثبوت کہ ہم اپنے اس پیغام میں مخلص ہیں یہ ہے کہ دُنیا کے مختلف مُلکوں میں ہمیں تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اِس کے باوجود ہم دُنیا میں محبّت اور باہمی اخوّت کا پرچار کر رہے ہیں حتّٰی کہ خود تشدّد کرنے والوں کے لئے بھی ہمارے دلوں میں ہمدردی اور محبّت کے سوا کوئی جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ بلا جواز تشدد کا سبب بیان کرتے ہوئے حضور نے مسیح السلام کی آمدِ ثانی کے عقیدہ کا تفصیل سے ذکر کر کے سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیّہ کی بعثت اور صداقت پر بہت احسن پیرایہ میں روشنی ڈالی اور بتایا کہ نوعِ انسانی اُس وجودِ مقدس کے ذریعہ ہی متحد ہوگی اور اس کے ذریعہ ہی محبّت و اخوّت کے رشتے میں پروئی جائے گی جس کے جُملہ مذاہب کے پیرو منتظر ہیں۔ دیگر بنی نوعِ انسان کے برعکس اُس وجودِ مقدس کو شناخت کر کے ہم اُس پر ایمان لے آئے ہیں۔ اُس موعودِ اقوامِ عالم پر ایمان لے آنے کی وجہ سے ہی ہمارے دل نوعِ انسانی کی محبت سے سرشار ہیں۔ محبت سب کے لئے اور نفرت کسی سے نہیں ہمارا اصل الاُصول ہے۔ اور اِسی کا پرچار ہم ساری دنیا میں کر رہے ہیں اور کرتے چلے جائیں گے خواہ دُنیا ہمارے ساتھ کیسا ہی ناروا سلوک کرے۔ حضور کی یہ تقریر اس قدر دل پذیر اور پُر اثر و پُر تاثیر تھی کہ جونہی حضور کی تقریر ختم ہوئی تو سینکڑوں حاضرین یکدم کھڑے ہو گئے اور انہوں نے تالیاں بجا بجا کر حضور کی اس معرکہ آرا تقریر کی داد دی۔ وہ دو منٹ تک کھڑے بے اختیار تالیاں بجاتے رہے۔ انگلستان میں پُورے مجمع کی طرف سے تحسین و آفرین کے والہانہ اظہار کا یہ دوسرا نظارہ تھا جو خدا تعالےٰ کے فضلِ خاص اور غیر معمولی تائید و نصرت کے نتیجہ میں دیکھنے میں آیا۔

یہ دو واقعات مَیں نے بطورِ مثال بیان کئے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اڑھائی ماہ پر پھیلے ہوئے اس دَورہ میں قدم قدم پر اللہ تعالےٰ کی تائید و نصرت کے نشان بارش کے قطروں کی طرح تواتر سے ظاہر ہوتے اور احمدیّت کی صداقت کو آشکار کرتے چلے گئے۔ پھر ریڈیو، ٹی وی، اور اخبارات کے ذریعہ مسجد بشارت کے افتتاح اور حضور ایدہ اللہ کی پریس کانفرنسوں اور تقریروں کی اِس قدر وسیع پیمانہ پر اشاعت ہوئی کہ دُنیا بھر میں کروڑوں انسانوں تک پیغامِ حق پہنچانے کے راستے آپ ہی آپ کھلتے چلے گئے۔ اور بالخصوص مسجد بشارت کے افتتاح کی فلم تو مشرقِ وسطیٰ کے مُلکوں اور مغربی افریقہ کے اُن ممالک میں جہاں مسلمان بہت بڑی تعداد میں آباد ہیں ٹیلیویژن پر بار بار دکھائی گئی اور وہاں کے بعض سربرآوردہ مسلمانوں نے اپنے اپنے مُلک کے احمدیّہ مشنوں کو جماعتِ احمدیّہ کے اِس انقلاب انگیز کارنامے پر دل کھول کر مبارکباد دی۔

الغرض سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے عہدِ خلافت کے اِس پہلے دَورۂ یورپ سے یہ

حقیقت بڑی شان کے ساتھ ایک دفعہ پھر پایۂ ثبوت کو پہنچے بغیر نہ رہی کہ ؎

آسمان پر دعوتِ حق کے لئے اِک جوش ہے ٭ ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار
آسمان سے ہے چلی توحیدِ خالق کی ہَوا ٭ دل ہمارے ساتھ ہیں گو مُنہ کریں بک بک ہزار

پاک رفاقت

کسی کی پاک رفاقت کی پاک تاثیریں
ہزار سالہ ریاضت سے برتر و امجد

وہ مائدہ جو الٰہی وجود لاتے ہیں
ہے اس کے فیض کا امکان بے حد و سرمَد

مگر ہے شرط کہ فہم رَسا بھی ہو موجود
جو پار کر سکے ادراکِ فیض کی سرحد

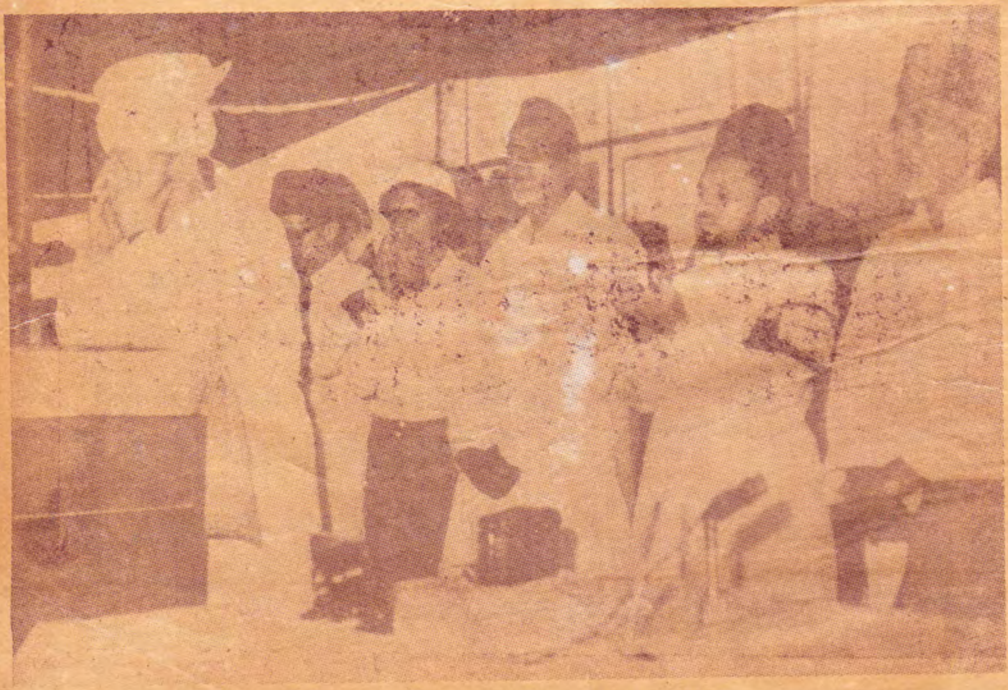
خدا سے کرتے ہیں بندوں کو آشنا آخر
یہ اُن کے جذب و محبّت کا اوّلین مقصد

"کسیکہ سایۂ بالِ ہماش سود نداد
بیایدش کہ در روزے بظلِّ ما باشد" (درثمین)

(عبدالمنان ناہید)



حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سپاسنامے کا جواب ارشاد فرما رہے ہیں



اختتامی دُعا

ماہنامہ

انصار اللہ

قارئین کی نظر میں

حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خانصاحب سابق صدر عالمی عدالت انصاف فرماتے ہیں :-

" مجھے آپ کا ماہنامہ رسالہ " انصار اللہ " باقاعدگی سے ملتا رہتا ہے اور مَیں اسے بڑی دلچسپی کے ساتھ پڑھتا ہوں۔ اور اس کے مضامین سے کما حقہٗ فائدہ اُٹھاتا ہوں "

محترم مرزا عبدالحق صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ صوبہ پنجاب فرماتے ہیں :-

" خاکسار رسالہ " انصار اللہ " ہمیشہ پڑھتا ہے۔ ماشاء اللہ بہت دلچسپ اور ایمان افروز مضامین پر مشتمل ہوتا ہے۔ شروع سے آخر تک پڑھنے کے قابل ہے۔ ماہ ستمبر کے رسالہ میں بھی بڑے اچھے اچھے مضمون ہیں۔ کسی ایک کو بھی چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ آپ (ایڈیٹر صاحب انصار اللہ) کو جزائے خیر دے اور اس رسالہ کو اَور زیادہ مفید بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ اس قابل ہے کہ احباب جماعت اس کی خریداری بڑھائیں "

جو دوست ابھی تک اس رسالہ کے خریدار نہیں ہیں۔ وہ فوری طور پر اس کی خریداری قبول فرمائیں۔ سالانہ چندہ صرف پندرہ ۱۵/- روپے ہے۔

مینیجر ماہنامہ " انصار اللہ " ربوہ